ہفت روزہ
خدام الدین لاہور
بنیاد
شیخ التفسیر حضرت مولانا احمد علی
شیرانوالہ دروازہ لاہور
۳ صفر المظفر ۱۴۰۳ھ
۱۹ نومبر ۱۹۸۲ء
یکے از مطبوعات انجمن خدام الدین لاہور
ہدیہ
دو روپے

احادیث الرسول صلی اللہ علیہ وسلم

ترجمہ — حضرت لاہوری رح

عن ابی ھریرۃ رض قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم لا تقوم الساعۃ حتی یقاتل المسلمون الیھود فیقتلھم المسلمون حتی یختبئ الیھودی من وراء الحجر والشجر فیقول الحجر والشجر یا مسلم یا عبد اللہ ھذا یھودی خلفی فتعال فاقتلہ الا الغرقد فانہ من شجر الیھود۔ (رواہ مسلم)

ابی ہریرہ رض سے روایت ہے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا قیامت اس وقت تک نہیں آئے گی یہاں تک کہ مسلمان یہودیوں سے لڑیں گے۔ پھر مسلمان یہودیوں کو قتل کریں گے یہاں تک کہ یہودی پتھر اور درخت کے پیچھے چھپے گا۔ پھر پتھر اور درخت کہے گا۔ اے مسلم! اے اللہ کے بندے! یہ یہودی میرے پیچھے چھپا ہے اسے آکر قتل کر، سوائے غرقد (ایک درخت ہے) کیونکہ وہ یہود کا درخت کہلاتا ہے۔

عن جابر رض بن سمرۃ قال سمعت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یقول لتفتحن عصابۃ من المسلمین کنز ال کسری الذی فی الابیض۔ (رواہ مسلم)

جابر بن سمرۃ سے روایت کہا کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا ہے۔ آپ نے فرمایا البتہ ضرور ایک جماعت مسلمانوں میں سے کسریٰ والوں کا وہ خزانہ فتح کرے گی جو سفید قلعہ میں ہے۔

عن ابی ھریرۃ رض قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ھلک کسری فلا یکون کسری بعدہ وقیصر لیھلکن ثم لا یکون قیصر بعدہ ولتقسمن کنوزھما فی سبیل اللہ وسمی الحرب خدعۃ (متفق علیہ)

ابی ہریرۃ رض سے روایت ہے کہا، کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کسریٰ ہلاک ہو گیا۔ اس کے بعد کوئی کسریٰ نہیں ہوگا اور قیصر ضرور ہلاک ہو جائے گا پھر اس کے بعد قیصر نہیں ہوگا اور ان دونوں کے خزانے اللہ تعالیٰ کی راہ میں تقسیم ہو جائیں گے اور آپؐ نے لڑائی کا نام فریب رکھا۔ (متفق علیہ)

عن نافع رض بن عتبۃ قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تغزون جزیرۃ العرب فیفتحھا اللہ ثم فارس فیفتحھا اللہ ثم تغزون الروم فیفتحھا اللہ ثم تغزون الدجال فیفتحہ اللہ۔ (مسلم)

نافع رض بن عتبہ سے روایت ہے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تم جزیرۃ العرب سے لڑو گے۔ پھر اللہ تعالیٰ اسے فتح کر دے گا پھر فارس سے لڑو گے پھر اسے اللہ تعالیٰ فتح کر دے گا۔ پھر تم روم سے لڑو گے پھر اسے اللہ تعالیٰ فتح کر دے گا پھر دجّال سے لڑو گے پھر اسے اللہ تعالیٰ فتح کر دے گا۔

بسم اللہ الرحمن الرحیم

خدام الدین لاہور

۳ر صفر المظفر ۱۴۰۳ھ
۱۹ر نومبر ۱۹۸۲ء

جلد ۲۸
شمارہ ۲۰

فون نمبر ۶۴۹۸۴

مندرجات

رئیس الادارہ
حضرت مولانا عبید اللہ انور مدظلہ
مدیر منتظم
مولوی محمد اجمل قادری
مدیر
محمد سعید الرحمن علوی

جمعیۃ علماء اسلام کے نام کو غلط طریق سے استعمال کرنے اور اس کے نظام کو درہم برہم کرنے کی افسوسناک کوششوں کا نقطہ عروج ۸ر نومبر ۱۹۸۲ء کا وہ اجلاس تھا جو جامعہ مدنیہ لاہور میں منعقد ہوا۔ اور اس میں اصل اور حقیقی قیادت کو علیحدہ کر کے نئی تنظیم بنالی گئی۔ لاہور کے احباب جماعت نے اس موقعہ پر ایک چٹھی اس اجلاس کے رفقاء میں تقسیم کی ——— آج وہی چٹھی اداریتی کالموں میں پیش کی جا رہی ہے۔ تاکہ ملک بھر کے جماعتی کارکن حالات سے واقف ہو سکیں۔ (ادارہ)

اسلام زندہ باد ہمارا نصب العین : خدا کی زمین پر خدا کا نظام پاکستان پائندہ باد

جامعہ مدنیہ لاہور میں ۸ر نومبر ۸۲ء کو جمع ہونے والے حضرات کے

قائدین سے ایک سوال

- کیا ۱۹۷۷ء کی عظیم الشان تحریک نظام مصطفیٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ واصحابہ وسلم کا مقصد پورا ہو گیا ہے؟
- کیا پیپلز پارٹی نے تحریک نظام مصطفیٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ واصحابہ وسلم کے مقاصد کو قبول کر لیا ہے؟
- اگر ایسا نہیں ہے اور واقعات شاہد ہیں کہ نہیں ہے تو پھر تحریک نظام مصطفیٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ واصحابہ وسلم کے ساتھ رشتہ توڑ کر ——— اور ——— تحریک نظام مصطفیٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ واصحابہ وسلم کے دشمنوں کے ساتھ مل کر ایک نئے اتحاد اور نئی تحریک کی بنیاد رکھنے کا مقصد کیا ہے؟

پیپلز پارٹی کا ماضی تاریخ کا ایک افسوسناک باب ہے ——— کہ اس نے ———

——— مسلسل سات برس تک جمہوریت کا خون کیا اور اسلام کا مذاق اڑایا۔

—عوام پر ڈنڈے برساتے ، انہیں گولیوں کا نشانہ بنایا، اور پردہ دار خواتین کو سرِعام رسوا کیا !

—مساجد کی بے حرمتی کی، علمار کو نشانۂ تضحیک بنایا ، اور دلائی کیمپ میں ظلم و تشدد کا بازار گرم کیا۔

—ہزاروں نوجوانوں کو شہید کیا۔ لاکھوں کو جیلوں میں ٹھونسا اور بلوچستان پر فوج کشی کی۔

—جیلوں میں علماء اور دیگر معزز راہ نماؤں کے ساتھ شرمناک سلوک کیا۔

—حضرت مولانا مفتی محمودؒ قدس سرہ العزیز اور دیگر ارکان اسمبلی کو اٹھا کر اسمبلی سے باہر پھینک دیا۔

—مولانا شمس الدین شہیدؒ ، امروٹ شریف کے حافظ منیر شہیدؒ اور دیگر مظلوموں کے خون سے اپنے ہاتھ رنگے۔

پیپلز پارٹی کا حال سب کے سامنے ہے کہ اس کی قیادت اور کارکن :

—افغانستان میں روسی جارحیت کی مذمت اور افغان مجاہدین کی حمایت کے لئے آمادہ نہیں ہیں۔

—اپنے منشور میں تبدیلی کرکے اسلامی نظام کے ساتھ اپنا رشتۂ وفاداری استوار کرنے کے لئے تیار نہیں ہیں

—چھاپہ مار جنگ کے نعرے لگا کر اور تخریب کاری کی وارداتیں کرکے ملک میں خانہ جنگی کی فضا پیدا کرنے کے درپے ہیں۔

ان حالات میں پیپلز پارٹی کے ساتھ کسی اتحاد میں شمولیت اس کے مذموم مقاصد کی تکمیل کے لئے جمعیۃ علمار اسلام کے نیک دل کارکنوں کو قربانی کا بکرا بنانے کے مترادف ہے۔

خدارا قائد محترم حضرت مولانا مفتی محمود نوراللہ مرقدہٗ کا نام غلط طور پر استعمال کرکے ان کے ساتھ جماعتی کارکنوں کی عقیدت کا استحصال نہ کیجئے اور علمارِ حق کی دینی قوت کو لادین عناصر کا آلہ کار بنانے سے گریز فرمائیے۔

منجانب :

کارکنان جمعیۃ علمار اسلام لاہور

مجلسِ ذکر

ضبط و ترتیب : خالد سلیم

رحمان اور شیطان کی لائن

پیرِ طریقت حضرت مولانا عبیداللہ انور دامت برکاتہم

الحمد للہ وکفیٰ وسلامٌ علیٰ عبادہ الذین اصطفیٰ : امّا بعد :

فاعوذ باللہ من الشیطٰن الرجیم : بسم اللہ الرحمٰن الرحیم :-

ولا تقولوا لمن یقتل فی سبیل اللہ اموات ، بل احیاء ولٰکن لا تشعرون۔ (پ ۲ - رکوع ۲)

ترجمہ : اور نہ کہو ان کو جو مارے گئے خدا کی راہ میں کہ مردہ ہیں بلکہ وہ زندہ ہیں لیکن تم کو خبر نہیں یعنی جس نے اللہ کے لئے جان دی ، وہ اس جہاں میں جیتے ہیں مگر تم کو ان کی زندگی کی خبر اور اس کی کیفیت معلوم نہیں اور یہ صبر کا نتیجہ ہے۔"

(حضرت شیخ الہندؒ)

جب سے دنیا آباد ہوئی ہے حق و باطل کی جنگ شروع ہے فرشتوں کو سجدہ کا علم ہوا۔ ابلیس نے جو فرشتوں کا سردار تھا انکار کر دیا۔ اور اللہ تعالےٰ کے دربار سے نکالا گیا۔ شیطان نے اللہ تعالےٰ سے زندہ رہنے کی اجازت لی اور کہا کہ اس آدم کی اولاد کو گمراہ کروں گا جس کو سجدہ نہ کرنے سے راندہ درگاہ ہوا۔ اُس دن سے آج تک دو پٹڑیاں چل رہی ہیں۔ ایک رحمان کی لائن دوسری شیطان کی لائن — حق و باطل کی جنگ جاری ہے۔ ہر دور میں نیک اور بُرے لوگوں کی جماعت ہوتی ہے — حضرت عثمان رضی اللہ تعالےٰ عنہ کے زمانہ حکومت میں اسلام بہت تیزی سے ، پیار و محبت اور اخلاق سے پھیلا۔ یہودیوں کے ایک گروہ نے چوری چھپے ، اندر خانے سازش کرکے حضرت عثمانؓ کو شہید کر دیا۔ حضرت حسینؓ کی شہادت بھی اسی گروہ کی ایک زیر زمین سازش تھی۔ یہودیوں نے جو منافق تھے خطوط لکھ کر بلایا اور ان کو دوسرے عزیزوں کے ساتھ شہید کر دیا۔

حضرت حسینؓ نے مر کر جینا سکھا دیا۔ سب کی پسندیدہ موت شہادت کی موت ہے۔ اللہ تعالےٰ ہم سب کو شہادت کی موت عطا فرمائے اور حضرت حسینؓ کا کردار اپنانے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین !

حضرتؒ فرمایا کرتے تھے کہ ذکر کرنے والوں کی محفل کے گرد نورانی حلقہ نظر آتا ہے ، نور پٹیں مارتا ہے ، شعلے مارتا ہے فرشتوں کی ایک جماعت ان کو اپنے گھیرے میں لے لیتی ہے۔ اللہ تعالےٰ فرشتوں سے فرماتے ہیں کہ مَیں نے ان تمام ذکر کرنے والوں کو بخش دیا۔

کثرت سے ذکر اللہ کرنے سے دل منوّر ہو جاتا ہے۔ اولیائے کرام اسی انوار کو دیکھ کر پہچان

(باقی ۱۸ پر)

خطبۂ جمعہ

ضبط و ترتیب : علوی

انبیاء علیہم السلام نے لوگوں کو صرف بندگی مولا کا سبق پڑھایا

جانشینِ شیخ التفسیر حضرت مولانا عبیداللہ انور مدظلہ العالی

بعد از خطبہ مسنونہ :-

اعوذ باللہ من الشیطٰن الرجیم : بسم اللہ الرحمٰن الرحیم :-

مَا كَانَ لِبَشَرٍ اَنْ يُّؤْتِيَهُ اللّٰهُ الْكِتَابَ وَالْحُكْمَ وَالنُّبُوَّةَ .... مُّسْلِمُوْنَ ۔ صدق اللہ العظیم ۔

محترم حضرات و معزز خواتین! سورۂ آل عمران کی آیات ۷۹-۸۰ آپ کے سامنے تلاوت کی گئی ہیں۔ ان کا ترجمہ حضرت الامام لاہوری رحمہ اللہ تعالیٰ کے الفاظ میں ملاحظہ فرمالیں :-

"کسی انسان کے لئے یہ جائز نہیں ہے کہ اللہ تعالیٰ اُسے کتاب اور حکمت اور نبوت عطا فرمائے، پھر وہ لوگوں سے یہ کہے کہ اللہ تعالیٰ کو چھوڑ کر میرے بندے ہو جاؤ، لیکن کہے گا کہ تم لوگ اللہ والے بن جاؤ اس لئے کہ تم اللہ تعالیٰ کی کتاب سکھاتے ہو اور اس واسطے کہ تم پڑھتے ہو اور نہ یہ جائز ہے کہ تمہیں حکم کرے کہ تم فرشتوں اور نبیوں کو رب بنا لو ـــــ کیا وہ تمہیں کفر سکھائیگا بعد اس کے کہ تم مسلمان ہو چکے ہو"

حضرات گرامی! انبیاء علیہم السلام کی بعثت کا مقصد اتنا واضح ہے کہ اس کے متعلق دو رائیں نہیں ہو سکتیں۔ اللہ تعالیٰ نے انہیں خاص اپنے انتخاب سے ایک خاص ڈیوٹی پر متعین فرمایا ـــــ سورۂ حج میں فرمایا :-

"فرشتوں اور آدمیوں میں سے اللہ ہی پیغام پہنچانے کے لئے چُن لیتا ہے۔ بے شک اللہ سننے والا دیکھنے والا ہے"۔ (حضرت لاہوریؒ)

سورۂ انعام میں ہے :-

"جب ان کے پاس (کافروں کے پاس) کوئی نشانی آتی ہے تو کہتے ہیں ہم نہیں مانیں گے جب تک وہ چیز خود ہمیں نہ دی جائے، جو اللہ کے رسولوں کو دی گئی ہے اور اللہ بہتر جانتا ہے کہ اپنی پیغمبری کا کام کس سے لے وہ وقت قریب ہے جب یہ مجرم اپنی مکاریوں کی پاداش میں اللہ کے ہاں ذلت اور سخت عذاب میں مبتلا ہوں گے"۔ (حضرت لاہوریؒ)

کہنا یہ مقصود ہے۔ کہ انبیاء علیہم السلام کی بعثت خالص خدائی معاملہ ہے۔ اس میں کسی کی محنت و فرمائش کا کوئی عمل دخل نہیں ـــــ اسی طرح ان کی جد و جہد اور مقاصد بھی بڑے واضح ہوتے ہیں وہ دنیا میں صرف اپنے اللہ کی عبادت و بندگی کی طرف لوگوں کو متوجہ کرنے آتے ہیں ـــــ انبیاء کی تابعداری ضروری ہے اور بہت ضروری کہ اس کے بغیر نہ ایمان کا تصوّر ہے نہ نیکی کا نہ نجات کا۔ بعض بدبخت عناصر حضرات انبیاء علیہم السلام کو چٹھی رساں کہتے ہیں اور کہتے ہیں کہ ان کا کام محض اللہ کا پیغام پہنچانا تھا اور بس۔ حالانکہ اللہ تعالیٰ جو قادر مطلق اور احکم الحاکمین ہیں ان کے لئے اپنا پیغام پہنچانا تو کوئی مسئلہ نہ تھا وہ کسی بھی ذریعہ سے ایسا کرنے پر قادر تھے اس مقصد کے لئے انبیاءؑ کے سہارے کی ضرورت نہ تھی۔ نہ اس بات کی ضرورت تھی کہ انبیاء کے وجود مقدّسہ لہولہان ہوں ـــــ انہیں آروں سے چیرا جائے اور آگ میں پھینکا جائے در زنداں ان پر وا ہوا اور سوشل بائیکاٹ کی تلخیوں سے انہیں دوچار ہونا پڑے ـــــ ان حاملین کتاب کو اللہ تعالیٰ نے کتاب کے بیان و تبیین کا ذمہ دار گردانا، ان کی زندگیوں اور سیرتوں کو اسوہ بنایا قرآن میں متعدد آیات اس مسئلہ میں موجود ہیں۔ سورۂ نساء میں ہے :-

"اور ہم نے کبھی کوئی رسول نہیں بھیجا مگر اس واسطے کہ اللہ کے حکم سے اس کی تابعداری کی جائے"۔ (۶۴)

اسی سورۃ میں ہے :-

"جس نے رسول کا حکم مانا اس نے اللہ کا حکم مانا اور جس نے منہ موڑا، ہم نے تجھے ان پر نگہبان بنا کر نہیں بھیجا"۔ (۸۰)

سورہ حشر میں ہے :-

"اور جو کچھ تمہیں رسولؐ دے اسے لے لو اور جس سے منع کرے اس سے باز رہو"۔ (۷)

یہ تمام آیات اپنے مقصد میں واضح ہیں کہ اللہ تعالیٰ کے بعد اس کے رسولوں کی اطاعت و فرمانبرداری ازبس لازم ہے لیکن حدود کے اندر رہ کر اور حدود یہ ہیں کہ حضرات انبیاء علیہم السلام کو اللہ کا بندہ سمجھا جائے ـــــ یہ بنیادی بات ہے ـــــ ایک دور تھا جب لوگ یوں کہتے تھے کہ نبوت اور بندہ ہونے میں منافاۃ ہے۔ چنانچہ حضور علیہ السلام کے دور کے گم کردہ راہ لوگ اس پر تعجب کرتے کہ ہماری طرح کھانے والا، پینے والا بازاروں میں چلنے پھرنے والا اور لوازم و حوائج بشری رکھنے والا نبی کیسے؟ اللہ تعالیٰ نے ان جاہل لوگوں کے ہر شبہ کو دور کیا، اور فرمایا تمہاری سوچ غلط ہے۔ ہیں یہ انسان لیکن ایسے انسان جن کی رہنمائی میں کرتا ہوں اور جن کا کوئی کام میری مرضی کے بغیر نہیں ہوتا ـــــ اس کے بعد ان کی تعلیمات کو میری تعلیمات سمجھو اور اس بات پر یقین کرو کہ وہ اپنی طرف سے کچھ نہیں کہتے، ان کی دیانت و امانت مسلّمہ حقیقت ہے۔ وہ معصوم ہیں ـــــ انسان ہونے کے باوجود ردائے عصمت انہیں حاصل ہے۔ جب ان حدود سے تجاوز ہوگا تو خرابی پیدا ہوگی جس طرح حضرات انبیاء علیہم السلام کے مقامِ رفیع میں کمی اللہ تعالیٰ کو ذرا بھر گوارا نہیں اور وہ اس پر اپنا غضب و عتاب نازل فرماتے ہیں۔ اسی طرح ان کے حقیقی مقام سے انہیں بڑھانا ناقابل برداشت ہے اور قرآن عزیز سے یہی معلوم ہوتا ہے کہ اہل کتاب یعنی یہود و نصاریٰ کی بنیادی خرابیوں میں ان کا یہ غلو بھی تھا وہ حضرت عُزیر اور حضرت مسیح علیہما السلام کو اللہ تعالیٰ کا فرزند کہتے۔ خدا نے اس پر لعنت و پھٹکار کی وعید سنائی۔ قاتلهم الله انّٰی یؤفکون (التوبہ) خدا کی ان پر مار ہو، کہاں بہکے پھرتے ہیں۔

ان الله هو المسيح بن مريم اور ان الله ثالث ثلاثة کے دونوں عقیدوں کو سورۂ مائدہ میں کفر سے تعبیر کیا اور فرمایا یہ دونوں عقیدے کفر اور گمراہی ہیں اسی سورۃ میں چند آیات آگے چل کر فرمایا ـــــ کہ حضرت مسیح علیہ السلام محض رسول تھے ان کی طرح اور بھی رسول ان سے قبل گذر چکے

ہیں یعنی عیسائیوں کے عقیدہ کی طرح مسیح علیہ السلام ابن اللہ ہیں۔ تو آپ سے پہلے ان گنت انبیاء علیہم السلام بھی گذرے ہیں انہیں کیوں نہ ابن اللہ مانا جائے؟ ابن اللہ کوئی نہیں وہ محض رسول ہیں ——— رہ گئی ان کی والدہ محترمہ تو وہ صدیقہ طاہرہ خاتون تھیں — اور دونوں ماں بیٹا کھانا کھاتے تھے کانا یاکلان الطعام اور ظاہر ہے کھانا کھانے والا خدا یا اس کا فرزند یا حصہ نہیں ہو سکتا۔

سو عرض کرنا یہ مقصود تھا کہ اللہ تعالےٰ کے نبی دنیا میں اسی عقیدہ و مسلک کے نمائندے اور ترجمان بن کر آتے ہیں وہ دنیا کی گم کردہ راہ قوموں کو حق و صداقت کی راہ دکھلانے کے پابند ہوتے ہیں۔ انہوں نے جو دعوت دی اس کی تفصیلات قرآن میں موجود ہیں — سورۃ الانبیاء میں ہے کہ ہر نبی کے پاس یہی وحی بھیجی گئی کہ انہ لا الٰہ الّا انا فاعبدون۔ وہ اسی کی دعوت دیتے تھے، اور اسی طرف لوگوں کو بلاتے تھے۔

جب دنیائے عیسائیت نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے معاملہ میں افراط و غلو کا مظاہرہ کیا تو اس کی تردید میں سورۃ آل عمران کا بڑا حصہ نازل ہوا۔ اس میں حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی والدہ محترمہ، ان کے خاندان اور خود ان کی زندگی کے نشیب و فراز کا تفصیل سے ذکر کیا — اسی میں مباہلہ کا بھی ذکر ہے۔ جس میں عیسائیوں سے کہا گیا کہ اگر اپنے "عقیدہ باطلہ" پر تمہیں اعتماد ہے تو آؤ ہم خدا سے دعا کریں کہ وہ اپنی قدرت کاملہ سے اس کا فیصلہ کر دے۔ بیکس دنیائے عیسائیت خدا کے آخری اور سچّے نبی کا کیونکر مقابلہ کر سکتی تھی۔ وہ دوڑے اور دوڑنا ان کا مقدّر تھا۔

اسی سورۃ میں آگے چل کر وہ آیت کریمہ ہے جو ابتداء میں عرض ہوئی اور جس کا ترجمہ نقل کیا گیا ——— ارشاد ربانی کا مفہوم بالکل واضح ہے کہ حضرات انبیاء علیہم السلام کو اللہ تعالےٰ کتاب، حکمت اور نبوّت کی نعمتوں سے نوازتا ہے تو اس کا یہ مطلب نہیں ہوتا کہ وہ لوگوں کو اپنی بندگی کی دعوت دیں۔ یہ خدا کے نبیوں پر بہتان ہے اور ایسا کہنے والے صریح جھوٹ بولتے ہیں — وہ فرشتوں یا نبیوں کسی کو بھی تو رب بنانے کا نہیں کہتے — وہ تو صرف "اللہ والا" بن جانے کی تلقین کرتے ہیں اور بس ——— اور پھر فرمایا۔ ایامرکم بالکفر بعد اذ انتم مسلمون۔ یعنی وہ تو کفر سے نکالنے اور دائرۂ اسلام میں داخل کرنے آتے ہیں ——— اب یہ کیسے ممکن ہے کہ وہ لوگوں کو عقیدہ کفر کی تلقین کریں۔ معاذ اللہ ثم معاذ اللہ! — حضرات انبیاء علیہم السلام کی عظمت کا کوئی ٹھکانہ نہیں وہ ان باتوں سے بلند ہیں لوگ ان کے متعلق جو کہتے ہیں وہ جھوٹ بولتے ہیں۔ وہ صرف رب والا بن جانے کی تلقین کرتے ہیں۔

جناب نبی اکرم علیہ السلام نے دنیا سے رخصت ہوتے ہوتے لوگوں کو آخری وصیت یہی کی کہ دیکھنا میرے معاملہ میں غلو کا شکار نہ ہونا کہ کہیں میری قبر کو سجدہ گاہ بنا لو۔ اس پر میلہ ٹھیلہ لگانے لگو۔ یا اسی قسم کی کوئی حرکت کرو۔ پچھلی اقوام بالخصوص اہل کتاب کے عبرتناک اور المناک انجام سے سبق حاصل کرنا۔ وہ قومیں اللہ تعالےٰ کی لعنت کا شکار اس لئے ہوئیں کہ انہوں نے اپنے انبیاء اور اولیاء کے معاملہ میں الٰہی پابندیوں کا لحاظ نہ کیا ——— الٰہی پابندیوں کا لحاظ کرنا، حدودِ الٰہی کو نہ توڑنا اور اسی عقیدہ پر جینا اور مرنا ——— اللہ تعالیٰ مجھے آپ کو اور پوری امت کو اسی عقیدہ حقہ پر قائم و ثابت قدم رکھے — اسی پر موت نصیب ہو اور ہر قسم کی گمراہی و ضلالت سے بچائے۔ و آخر دعوانا ان الحمد للہ رب العالمین۔

شاہ ولی اللہ کی اخلاقیات

از، ڈاکٹر تصدق حسین۔ شعبۂ فلسفہ مسلم یونیورسٹی ——— علی گڑھ

مقالہ نگار علی گڑھ مسلم یونیورسٹی کے بڑے ہونہار نوجوان ہیں۔ انہوں نے ڈاکٹر طٰہٰ حسین (مصر) کی طرح نابینا ہونے کے باوجود فلسفہ میں ایم اے کیا اور شروع سے آخر تک ہر امتحان میں فرسٹ ڈویژن حاصل کرتے رہے۔ ایم۔ اے کے بعد شاہ ولی اللہ الدہلوی کے فلسفہ پر ایک اعلیٰ تحقیقاتی ——— مقالہ شعبۂ فلسفہ کے ماتحت لکھ کر یونیورسٹی سے پی۔ ایچ۔ ڈی کی ڈگری لی اور اب چند ماہ سے اسی شعبہ میں لکچرر مقرر ہوئے ہیں، آدمی نہایت ذہین ہیں، حافظہ بہت اچھا اور علمی و تحقیقی ذوق پختہ ہے، امید قوی ہے، اگر ان کو اپنے حوصلہ اور ذوق کے مطابق کام کرنے کی سہولتیں میسّر آئیں تو یہ علم و تحقیق کی دنیا میں بڑا نام پیدا کریں گے۔ موصوف میرے بھی شاگرد رہے ہیں اور مجھ سے ربطِ خاص کے باعث اکثر آتے جاتے رہتے ہیں۔ میری تحریص و ترغیب سے انہوں نے اردو میں لکھنا شروع کیا ہے؟ یہ حضرت شاہ صاحبؒ پر ان کا دوسرا مقالہ ہے۔ اس کے بعد حضرت شاہ صاحبؒ کے مابعد الطبیعیات پر ان کا مقالہ آئے گا۔ (سعید احمد اکبر آبادی)

اسلام سے قبل عرب میں بلند ہمتی اور فیاضی کو ہی نیکی خیال کیا جاتا تھا۔ اس کے علاوہ وہ لوگ اور کسی اخلاقی قدر سے واقف نہ تھے۔ قتل و غارت گری چونکہ بہادری کا عمل تھا اس لئے سعید سمجھا جاتا تھا۔ نیز ان کی اخلاقیات محض کھاؤ پیو اور خوش رہو پر مبنی تھی۔ اسلام نے ان کی زندگی کو یکسر بدل دیا۔ جہالت کا خاتمہ کیا اور ان کو نیک اور صحیح راہ پر چلنے کا سبق سکھایا۔ وہ تمام برائیاں جو ان کی زندگی کا جز بن چکی تھیں ختم ہو گئیں۔ قرآن نے انہیں اعلیٰ اخلاق کی تعلیم دی۔

پروفیسر مارگولیتھ PROF. MORGOLIOUTH کا خیال ہے کہ قرآن کریم نے مسلمانوں میں صرف دو خوبیاں پیدا کیں یعنی (۱) بلند ہمتی اور (۲) نظم و نسق۔ صحیح نہیں، اس لئے کہ قرآن کریم کے معمولی مطالعہ سے بھی ایسے بہت سے حوالے جمع کئے جا سکتے ہیں جن میں ان کے علاوہ دیگر اخلاقی اقدار کا تذکرہ ہے[1]۔

وَاعْبُدُوا اللّٰهَ وَلَا تُشْرِكُوْا بِهٖ شَيْئًا وَّبِالْوَالِدَيْنِ اِحْسَانًا وَّبِذِي الْقُرْبٰى وَالْيَتٰمٰى وَالْمَسٰكِيْنِ وَالْجَارِ ذِي الْقُرْبٰى وَالْجَارِ الْجُنُبِ وَالصَّاحِبِ بِالْجَنْۢبِ وَابْنِ السَّبِيْلِ وَمَا مَلَكَتْ اَيْمَانُكُمْ ۭ اِنَّ اللّٰهَ لَا يُحِبُّ مَنْ كَانَ مُخْتَالًا فَخُوْرَا[2]

والدین قریبی رشتہ داروں یتیموں مسکینوں ضرورت مندوں پڑوسیوں ہمسفروں راہ گیروں اور کنیزوں کے ساتھ نیکی کرو۔

اِنَّ اللّٰهَ يَاْمُرُ بِالْعَدْلِ وَالْاِحْسَانِ وَاِيْتَاۗئِ ذِي الْقُرْبٰى وَيَنْهٰى عَنِ الْفَحْشَاۗءِ وَالْمُنْكَرِ وَالْبَغْيِ ۚ يَعِظُكُمْ لَعَلَّكُمْ تَذَكَّرُوْنَ[3]

بے شک خدا انصاف کرنے نیکی کرنے اور رشتہ داروں کو مخالف دینے کا حکم کرتا ہے اور برائی غلط کاری اور ظلم سے منع کرتا ہے۔

اَلَّذِيْنَ يُنْفِقُوْنَ فِي السَّرَّاۗءِ وَالضَّرَّاۗءِ وَالْكٰظِمِيْنَ الْغَيْظَ وَالْعَافِيْنَ

[1] UMARUDDIN, M., THE ETHICAL PHILOSOPHY OF ALGHAZZALI, ALIGASH-1962

[2] قرآن سورہ ۴ آیت ۳۶ [3] قرآن سورہ ۱۶ آیت ۹۰

عَنِ النَّاسِ وَاللّٰهُ يُحِبُّ الْمُحْسِنِينَ [1]

جو خوشحالی اور کامیابی میں خیرات کرتے ہیں جو غصہ پر قابو رکھتے ہیں اور دوسروں کو معاف کرتے ہیں خدا ان نیکی کرنے والوں سے محبت کرتا ہے۔

يٰبُنَيَّ أَقِمِ الصَّلٰوةَ وَأْمُرْ بِالْمَعْرُوفِ وَانْهَ عَنِ الْمُنْكَرِ وَاصْبِرْ عَلٰى مَا أَصَابَكَ إِنَّ ذٰلِكَ مِنْ عَزْمِ الْأُمُورِ [2]

نیکی کا حکم دو اور برائی سے روکو جو کچھ گذرے صبر سے برداشت کرو یہ تمہارا فرض ہے۔

إِنَّمَا الْمُؤْمِنُونَ إِخْوَةٌ فَأَصْلِحُوا بَيْنَ أَخَوَيْكُمْ ج وَاتَّقُوا اللّٰهَ لَعَلَّكُمْ تُرْحَمُونَ [3]

سب عقیدت مند بھائی بھائی ہیں لہٰذا بھائیوں کے درمیان امن رکھو۔

وَآتِ ذَا الْقُرْبٰى حَقَّهُ وَالْمِسْكِينَ وَابْنَ السَّبِيلِ وَلَا تُبَذِّرْ تَبْذِيرًا وَلَا تَجْعَلْ يَدَكَ مَغْلُولَةً إِلٰى عُنُقِكَ وَلَا تَبْسُطْهَا كُلَّ الْبَسْطِ فَتَقْعُدَ مَلُومًا مَحْسُورًا [4]

رشتہ دار، ضرورت مند اور راہ گیر کو اس کا حق دو فضول خرچ شیطان کے بھائی ہوتے ہیں اپنے ہاتھ نہ تو قطعی باندھ لو اور نہ اتنے وسیع کرو۔

يٰأَيُّهَا النَّاسُ إِنَّا خَلَقْنٰكُمْ مِنْ ذَكَرٍ وَأُنْثٰى وَجَعَلْنٰكُمْ شُعُوبًا وَقَبَائِلَ لِتَعَارَفُوا إِنَّ أَكْرَمَكُمْ عِنْدَ اللّٰهِ أَتْقٰكُمْ ط

اے لوگو! ہم نے تم کو پیدا کیا مرد اور عورت اور ہم نے تمہیں گروہ گروہ اور خاندان خاندان بنایا تا کہ ایک دوسرے کو پہچانو! یقیناً تم میں عزت والا، سب سے زیادہ خدا سے ڈرنے والا ہے۔

غرضیکہ قرآن میں بہت سی نیکیوں کا ذکر ہے۔ والدین رشتہ دار اور پڑوسی کے حقوق۔ انصاف پسندی پرہیزگاری شرم وحیا۔ ہمت وحوصلہ مندی خواہشات وحواس کی مناسب نگہداشت اور اس قسم کی دوسری تمام نیکیوں کا جابجا بیان موجود ہے۔ ان حوالہ جات سے پروفیسر مارگولیتھ کے خیال کی قطعی تردید ہو جاتی ہے۔

قرآن کی اخلاقیات کی بنیاد سیرت محمدی پر ہے اور سیرت محمدیؐ مثالی کردار پر مبنی ہے رسول اکرمؐ کی زندگی میں کوئی ایسا عمل نہیں ہے جو اخلاقی معیار پر پورا نہ اترتا ہو۔ آپ کی زندگی تمام احکامات ربانی کی تشریح ہے جس میں کردار کی تشکیل پر بالخصوص زور دیا گیا ہے۔ قرآن میں رسول اکرمؐ کو خطاب کر کے کہا گیا ہے۔ "ہم نے آپ کو مثالی کردار بنا کر بھیجا ہے"[5] اسی کی شرح اس حدیث سے ہوتی ہے۔" رسول اکرمؐ نے فرمایا مجھے اخلاق درست کرنے کے لئے بھیجا گیا ہے"[6]۔ کسی نے آپ سے پوچھا مذہب کیا ہے؟ "آپ نے فرمایا اچھا کردار"[7] تاریخی شواہد کی روشنی میں یہ بات صاف ظاہر ہو جاتی ہے۔ اسلام نے جو اخلاقی نظام پیش کیا گیا اس سے عرب جیسی بدو قوم کا کردار درست ہو گیا۔ رسول اکرمؐ نے اپنے عمل سے اچھے کردار کے معنی بخوبی طور سے واضح کر دئے۔ زندگی میں ایک شخص کی بہت سی حیثیتیں ہوتی ہیں وہ باپ ہوتا ہے، بیٹا ہوتا ہے، بھائی ہوتا ہے، شوہر ہوتا ہے، شہری ہوتا ہے اور رہنما ہوتا ہے۔ اچھے کردار کے معنی ہیں کہ وہ ان تمام حیثیتوں سے صحیح کردار کا نمونہ پیش کرے۔ رسول اکرمؐ نے ایسا ہی نمونہ پیش کیا ہے۔

گو کہ اسلامی اخلاقیات کے بنیادی اصول قرآن میں موجود ہیں لیکن اس کو علم کی حیثیت اس وقت حاصل ہوئی جب مسلمانوں نے یونانی فلسفے کا مطالعہ کیا۔ یہ بات صرف اخلاقیات تک محدود نہیں در اصل اسلامی فلسفہ کی تاریخ بھی یونانی فلسفہ کے مطالعہ سے ہی شروع ہوئی ہے۔ رسول اکرمؐ کے زمانے میں جو مسئلہ مسلمانوں کے سامنے آتا اس کی تشریح رسول اللہؐ کے ذریعہ کر دی جاتی۔ آپ کی وفات کے بعد خلافت راشدہ کے دور میں

[1] قرآن سورہ ۳ آیت ۱۳۴ [2] قرآن سورہ ۳۱ آیت ۱۷ [3] قرآن سورہ ۴۹ آیت ۱۰ [4] قرآن سورہ ۱۷ آیت ۲۶، ۲۹

[5] قرآن سورہ ۴۹ آیت ۱۳

UMAYUDDUI, M, THC ETHICALFHIDSOFHY ALGHAZZALI ALIGASH, 1962

[6] قرآن سورہ ۶۸ آیت ۴ [7] الغزالی - احیاء العلوم جلد ۳ ص ۴۳

HEUMAYUD, M, IHC ETHCAL FHILDSOPHV OF ALGHAZZHLI 1962 P-44

الغزالی - احیاء العلوم جلد ۳ ص ۴۳

بھی مسلمانوں کو مسائل کے حل میں کوئی پریشانی نہ ہوتی۔ اس وقت صحابہ کرامؓ نے جو کچھ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا تھا۔ یا جس طرح دیکھا تھا اس کی روشنی میں حل پیش کر دیا کرتے تھے۔ لیکن اس کے بعد یہ صورتِ حال نہ رہی۔ جو مسائل مسلمانوں کے ذہن میں آتے وہ خود ہی ان پر غور و فکر کرتے۔ اس کے علاوہ خلافتِ راشدہ میں اسلام عربی حدود سے باہر نکلا۔ بہت سے عیسائیوں، مجوسیوں، یہودیوں اور دیگر قوموں نے اسلام قبول کیا۔ یہ نومسلم اپنے ساتھ اپنے آبائی مذہب کی روایات بھی لائے اور ان کو اسلامی نظام میں خلط ملط کرنے کی کوشش کی۔ نیز اسلام کا بڑھتا ہوا اثر دیکھ کر غیر مسلموں نے اسلام پر قلم کے ذریعہ ضرب لگانے کی کوشش کی۔

لہٰذا عباسی خلیفہ مہدی کے زمانہ میں ابوالحسن حضیل الالاف نے پہلی کتاب لکھی۔ جس میں عقلی دلائل کے ذریعہ اسلام پر اٹھائے ہوئے اعتراضات کا جواب دیا۔ مسلم علماء نے اس کار خیر کو انجام دینے کے لئے یونانی فلسفہ کو پڑھا اور اسی کے مطابق اعتراضات کا جواب دیا۔ اس طرح اسلام میں علم الکلام کی بنیاد پڑی۔ بایں صورت اسلامی فلسفہ یونانی فلسفہ کی بنیاد پر شروع ہوا۔ نہ صرف یہ بلکہ تقریباً تمام اسلامی علوم جن میں اخلاقیات بھی شامل ہے کی بنیاد یونانی فلسفہ بن گیا۔[1]

مسلمانوں میں پہلا اخلاقی مفکر ابن مسکویہ ہے۔ اس سے قبل کندی، فارابی اور ابن سینا اخلاقیات کو سیاسیات کا حصہ سمجھتے تھے۔ اس کا سبب یہ تھا کہ یونانی فلسفہ میں بھی مشائیں اور مستشرقین اخلاقیات کو سیاسیات کا حصہ سمجھتے تھے گو کہ پارفیسر اور گیلن کی ارسطو پر لکھی کتاب پر شرح شائع ہو چکی تھی لیکن مسلم مفکرین نے ابن مسکویہ سے قبل علم الاخلاق پر توجہ نہیں دی۔[2]

ابن مسکویہ پہلا فلسفی ہے جس نے اخلاقیات پر باقاعدہ توجہ دی، وہ اپنی کتاب تہذیب الاخلاق میں روح کی فطرت سے بحث کرتا ہے جو اپنے وجود کا شعور رکھتی ہے، جو باعتبار ذات قدسی ہے۔ روح حسی تصوراتی اور قدسی علم کی حامل ہوتی ہے۔ نیز یہ علوم عقلیہ سے بھی ممیز ہوتی ہے عقل انسان کو کامل بناتی ہے لیکن ہر شخص اس کمال کو نہیں پہنچتا۔ یہ صرف انہیں لوگوں کا حصہ ہے جو فطری طور پر نیک پیدا ہوتے ہیں ابن مسکویہ کے خیال کے مطابق کچھ لوگ فطری طور پر نیک، کچھ بد اور کچھ نہ نیک نہ بد پیدا ہوتے ہیں۔ ماحول اور تربیت سے ان کے خیال کی تشکیل کی جا سکتی ہے۔ وہ نیکی (GODD) کی بہت سی قسمیں بتاتا ہے۔ مکمل نیکی (SBSOLUTE GOOD) سب میں افضل ہے۔ تمام نیکیاں مکمل نیکی کی طرف مائل ہوتی ہیں۔ جو اس انسان کو اس نیکی کے حصول سے روکتے ہیں لیکن اس میں ارادے کی استعداد ہوتی ہے۔ جو نیک و بد میں تمیز کرتی ہے اور جو اس کے اثر کو ختم کرتی ہے۔ اس کے علاوہ انسان میں ۳ اور قوتیں ہوتی ہیں۔ شہود (APPILIF'ON) غضبہ (ANGEY) اور عقل (INTEPPECT) جو انسان کے اندر ۳ اجزا سے وجود میں آتی ہیں یعنی بہیمیت (BEAGTLY) غضبیہ (FEROCIOUS) اور عقلیت (RALIONAL) اگر یہ اجزاء متوازن ہوتے ہیں تو انسان میں چار نیکیاں پیدا ہو جاتی ہیں۔ ہمت (COUNAGE) اعتدال (TEMPEYANCE) عقل (WISDO) اور عدالت (MTVSFIEE) عقل (INTELL) میں دو استعدادیں ہوتی ہیں۔ ایک عملی اور دوسری نظریاتی۔ عملی استعداد کے ذریعہ انسان کامل کردار کی تشکیل کرتا ہے۔ اس کا کام اچھے اور برے میں تمیز کرنا ہے۔ تکمیل انسان کا کردار ہے اور وہی اس کے لئے سب سے اعلیٰ ہے مسرت مسکویہ کی اخلاقیات میں یونانی بالخصوص فلاطینی اور اسلامی اخلاقیات کے عناصر موجود ہیں۔[3]

اسلامی اخلاقیات کی تاریخ میں دوسرا

[1] علامہ شبلی نعمانی۔ الکلام ص ۳-۱۰-۳۵ [2] علامہ شبلی نعمانی۔ الکلام ص ۴۵-۴۶

[3] UMARUDDIK, M., THE ETHical Philosophy of all GhaZZALi ALiGARH-1962 R.P 47-48

ANSARI, ABDUL HO "The concent of SAADA."

بڑا نام غزالی کا ہے جنہوں نے اخلاقیات پر کئی کتابیں لکھیں۔ ان میں سے خاص طور پر احیاء العلوم اور المیزان بالخصوص اخلاقیات ہی سے بحث کرتی ہیں۔

تہذیب الاخلاق جو کہ احیاء کا ایک حصہ ہے ابواب کے تقسیم و عنوان کے اعتبار سے مسکویہ، کی کتاب سے ملتی ہے۔ یہاں غزالی نے بنیادی اعتبار سے انہیں مسائل پر اظہار خیال کیا ہے جن پر اس سے قبل ابن مسکویہ، لکھ چکا تھا۔ کردار اور اس کی تکمیل بہیمیت، غضبہ اور عقلیت کا بیان اور شہوۃ، غضبہ اور عقل کا بیان وغیرہ مسکویہ، کے بیان کے مطابق ہے [1]۔ ایک اعتراض کا جواب دیتے ہوئے المنقذ میں لکھا ہے کہ "میں نے جو کچھ لکھا میری فکر کا نتیجہ ہے۔ مجھے مذہب اور صوفیاء کی کتابوں سے یہ مواد فراہم ہوا ہے۔ لوگوں کا خیال غلط ہے کہ میں نے یونانی اساتذہ سے خیالات چرائے ہیں۔ ہاں یہ صحیح ہے کہ کچھ چیزیں ملتی جلتی ہیں" [2]۔ اسی سے واضح ہوتا ہے کہ غزالی نے جو کچھ بیان کیا ہے اس کی بنیاد مذہب اسلام، کتب صوفیاء اور ان کی اپنی فکر ہے۔

غزالی کے بعد اسلامی اخلاقیات کی تاریخ میں شاہ ولی اللہ کے علاوہ کوئی دوسرا بڑا نام نہیں۔ یہ صحیح ہے کہ زیادہ تر صوفیاء کے یہاں اخلاقی تعلیمات موجود ہیں۔ لیکن ان سے باضابطہ اخلاقیات تعمیر نہیں کی جا سکتی۔ شاہ ولی اللہؒ نے اپنی مختلف کتابوں میں اخلاقی مسائل سے بحث کی ہے۔ ان میں سے بالخصوص حجۃ اللہ البالغہ ہے۔

افلاطون، ارسطو، مسکویہ، فارابی اور غزالی وغیرہ کی طرح شاہ ولی اللہ کی اخلاقیات کی بنیاد بھی مابعد الطبیعیات پر ہے، نیز یہ کہ ان کی اخلاقیات نوعیت کے اعتبار سے متصوفانہ ہے اس کا تصوف پر مبنی ہونا اس لئے بھی ناگزیر ہے کہ شاہ ولی اللہ بنیادی اعتبار سے خود صوفی تھے۔

اخلاقیات خیر و شر کا علم ہے لہٰذا اسی کی نوعیت سے شاہ ولی اللہ اس کا آغاز خیر کی تعریف سے کرتے ہیں۔ ان کے خیال میں تمام مخلوقات خواہ وہ جاندار ہوں یا غیر جاندار، اپنے اندر کچھ کمالات رکھتی ہیں۔ یہ کمالات دو قسم کے ہوتے ہیں۔ ایک وہ جو ہر مخلوق کی نوع میں شامل ہوتے ہیں۔ انہیں کمالات نوعی کہتے ہیں۔ دوسرے وہ جنہیں حاصل کیا جاتا ہے۔ حاصل شدہ کمالات صرف انسان کا حصہ ہوتے ہیں۔ ان کمالات کی بنیاد پر خیر کا تعین کیا جاتا ہے۔ [3]

کمالات نوعی تمام مخلوق میں مشترک ہوتے ہیں لیکن اس اشتراک میں مخلوق کی فطرت کو دخل ہوتا ہے۔ کچھ کمالات ایسے ہوتے ہیں جو انسان و حیوان میں مشترک ہوتے ہیں اور کچھ جمادات و حیوانات و انسان میں مشترک ہوتے ہیں۔ مثلاً بلندی ہر مخلوق میں مشترک ہے۔ ان اشتراکی کمالات کو خیر نہیں کہا جا سکتا کیونکہ یہ نوعی ہوتے ہیں۔ اور شے کے ارادے سے ان کا کوئی تعلق نہیں ہوتا۔ نیز یہ کہ اگر انہیں خیر خیال کیا جائے تو ہر شے میں بہ اعتبار فطرت خیر موجود ہوگی۔ مثلاً بلندی کو اگر ہم خیر تسلیم کریں تو پہاڑ میں سب سے زیادہ خیر ہوگی جبکہ امر صحیح ہے کہ پہاڑ کا خیر سے کوئی تعلق نہیں۔ حاصل شدہ کمالات میں سے کچھ نوعی ہوتے ہیں لیکن ان کا اظہار موقع و محل پر ہوتا ہے۔ مثلاً ہمت و حوصلہ حیوانات و انسان میں مشترک ہے وقت ضرورت اس کا اظہار کیا جاتا ہے۔ اس کا شمار حاصل شدہ کمالات میں اس لئے کیا جاتا ہے کیونکہ یہ پوشیدہ صلاحیت کی صورت میں انس و حیوانات میں موجود ہوتی ہے اور جو اس صلاحیت سے آگاہ ہو جاتا ہے اسے استعمال کرتا ہے۔ اس آگاہی میں اس ذات کو دخل ہوتا ہے لہٰذا یہ آگاہی حصول

(باقی ۱۸ پر)

[1] UMHRUDDIV , M.) THE ATHICAL PHILOSOPHY OF AL GHAZZALI ,, ALIGRAH , 1962. P.P-99

[2] ALGHAZZALI, "AL-MUNAIDH MINIAD DHLAL P.1-2 CLOUDFICL P D. -37

[3] شاہ ولی اللہ حجۃ اللہ البالغہ مترجم عبد الحق حقانی لاہور ص ۸۹ تا ۹۳

خُلقِ عظیم

سیرت خیر البشر صلی اللہ علیہ وسلم کا ایک پہلو!

مولانا عبد الرؤف فاروقی

اسلام ایک عالمگیر مذہب ہے جو رنگ و نسل، جغرافیائی حدود اور دوسرے تمام طبقاتی امتیازات سے بلند اور بے نیاز ہو کر انسانی برادری کے تمام افراد کو دنیا و آخرت کی کامیابی کے ضامن قانونِ زندگی کی دعوت دیتا ہے ـــــ حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اسی عالمگیر مذہب کے عالمگیر پیامبر، داعی اور منادی ہیں۔ اسلام کے حوالے سے جس طرح آپ کی شخصیت اور منصب ہمہ گیر ہے اسی طرح آپ کی سیرت، کردار اور طرزِ زندگی بھی دنیا بھر کے انسانوں کے لئے اسوۂ حسنہ اور پیغام راحت و سکون ہے ـــــ انسانیت کے محسن اعظم پیغمبر اسلام علیہ التحیۃ والسلام کی سیرت ایسا عنوان ہے جس کا ہر پہلو جاذب نظر، پُرکشش اور تمام انسانوں کے لئے قابلِ اطاعت ہے اور مسلم و غیر مسلم، عربی و عجمی، سیاہ و سفید اور امیر و غریب سب کے لئے یکساں طور پر قابل عمل ہے، اسی لئے قرآن مجید نے آپ کے طرزِ حیات کو لَقَدْ كَانَ لَكُمْ فِي رَسُولِ اللّٰهِ أُسْوَةٌ حَسَنَةٌ کے خوبصورت الفاظ سے تعبیر کیا ہے ـــــ اس سیرت کا ایک اہم پہلو خلقِ عظیم بھی ہے۔

حضرت سعد بن ہشام رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے ایک دن ام المومنین حضرت عائشہ صدیقہ سلام اللہ و رضوانہ علیہا کی خدمت میں حاضر ہو کر درخواست کی کہ "مجھے حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے اخلاقِ کریمہ سے آگاہ کیجئے"۔ سیدہؓ نے پوچھا "کیا تم قرآن کی تلاوت نہیں کرتے؟" میں نے عرض کیا "الحمد للہ! قرآن تو روز پڑھتا ہوں"۔ تو سیدہؓ نے فرمایا کہ "بس قرآن ہی آپؐ کا خُلق ہے، کیوں کہ قرآن مجید جن اخلاقِ عالیہ کی دعوت دیتا ہے، آپؐ کی ذاتِ اقدس اُن کا پیکرِ محسوس اور کامل نمونہ ہے ـــــ آپؐ نے اپنی زندگی میں متعدد مواقع پر جس طرح اپنے اخلاقِ کریمانہ کا مظاہرہ کیا اور بدترین دشمنوں تک کو بھی جس طرح اپنے خلقِ عظیم سے نوازا عقلِ انسانی دنگ ہے اور انسانی تاریخ اس کی مثال پیش کرنے سے قاصر ہے۔

پیغمبرانہ سیرت و کردار کے معاملہ میں ایک بات تو یہ پیشِ نظر رکھنی چاہیئے کہ اللہ تعالیٰ کا کوئی بھی پیغمبر دنیوی نظامہائے تعلیم سے اکتساب نہیں کرتا بلکہ وہ براہِ راست ذاتِ خداوندی کا شاگرد ہوتا ہے اور قدرت ہی پیغمبر کی تعلیم و تربیت کا اہتمام فرماتی ہے، چنانچہ حق تعالیٰ اپنے تمام بندوں سے جس طرح کی زندگی گذارنے کا تقاضہ کرتے ہیں یہ پیغمبر اس کا نمونہ ہوتا ہے اور اُس کی زندگی منشاءِ خداوندی کی ترجمان ہوتی ہے۔ لہٰذا حق تعالیٰ ضرورت کے مطابق خود ہی اپنے پیغمبروں کی اصلاح بھی فرمایا کرتے ہیں ـــــ

غزوۂ احد کے موقع پر جنگی حکمتِ عملی کے پیشِ نظر آپؐ نے پچاس تیر انداز صحابہؓ کا ایک دستہ، ایک پہاڑی راستے پر متعین فرمایا اور اسے کہا کہ "کسی حالت میں بھی تم نے یہ درہ خالی نہیں کرنا"۔ ابتدائی اندازے کے طور پر مشرکینِ مکہ کا لشکر شکست خوردہ ہو کر پسپا ہوا تو مسلمان مجاہد تھوڑی دور تک اس کا تعاقب کرنے کے بعد میدانِ احد میں کفار کا چھوڑا ہوا ساز و سامان جمع کرنے میں مصروف ہو گئے۔ درے پر مامور دستے میں سے بعض مجاہدین نے کمالِ اخلاص کے ساتھ یہ رائے قائم کی کہ مسلمانوں کو فتح حاصل ہو چکی ہے۔ اس لئے ہماری یہاں تعیناتی سے جو کچھ منشاءِ رسالت تھا وہ پورا ہو چکا ہے۔ اب یہاں کھڑے

رہنے کی کوئی ضرورت نہیں۔ چنانچہ اس اجتہادی رائے پر عمل کرتے ہوئے اُن کی اکثریت اس درہ سے ہٹ کر دوسرے مسلمانوں کے ساتھ مالِ غنیمت جمع کرنے میں شامل ہوگئی ـــــ اس موقع سے فائدہ اٹھاتے ہوئے مشرکین کے ایک جرنیل خالد بن ولید (جو ابھی تک مسلمان نہ ہوئے تھے) اپنے سپاہیوں کے ہمراہ درّے پر کھڑے ہوئے باقیماندہ صحابہؓ کو تہہ تیغ کرتے ہوئے مالِ غنیمت جمع کرنے میں مصروف لشکر اسلام پر حملہ آور ہوگئے خالد بن ولید کا یہ حملہ اتنا اچانک اور شدید تھا کہ مسلمانوں کو سنبھلنے اور اپنے ہتھیار اٹھانے کی مہلت بھی نہ مل سکی۔ اس افراتفری میں اپنے اور پرائے کی تمیز مشکل ہوگئی اور مسلمانوں پر تھوڑی ہی دیر میں وہ حادثہ بیت گیا جو انتہائی المناک تھا۔ تقریباً ستر جلیل القدر صحابہؓ شہید ہوگئے اور سید کائنات علیہ الصلوٰۃ والسلام شدید زخمی حالت میں ایک گڑھے میں گر پڑے، اس حالت میں، حضرت ابوبکر صدیقؓ حضرت عمر فاروقؓ، حضرت علی المرتضیٰؓ، حضرت سعد بن ابی وقاص اور دوسرے چودہ مہاجر و انصار صحابہ رضی اللہ عنہم اجمعین کے علاوہ دوسرے صحابہؓ آپ سے بچھڑ گئے، ان مذکورہ صحابہؓ نے اپنی جانوں کی بازی لگا کر پیغمبر علیہ الصلوٰۃ والسلام کا بھرپور دفاع کیا۔ لیکن پھر بھی ایک پتھر لگنے سے آپؐ کے دو دانت مبارک شہید ہوگئے، سر مبارک زخمی ہوگیا اور آہنی ٹوپی کی چند کڑیاں رخسار مبارک میں پیوست ہوگئیں، آپؐ کی داڑھی مبارک خون سے تر اور دامن رنگین ہوگیا۔ اس وقت چہرۂ انور سے خون پونچھتے ہوئے بتقاضۂ بشریت آپ کی زبان پر یہ کلمات جاری ہوگئے کہ ”وہ قوم کس طرح فلاح پا سکتی ہے جس نے اپنے نبیؐ کا چہرہ خون آلود کر دیا ہو جب کہ وہ اُن کو اُن کے رب کی طرف ہی تو دعوت دیتا ہے“ـــــ

قوم کی اس وحشیانہ حرکت کے نتیجہ میں آپؐ کے یہ کلمات کوئی زیادہ سخت تو نہ تھے لیکن چونکہ قرآن میں بیان ہونے والی آپ کی شانِ رحمۃ اللعالمینی اس سے بھی بہت بلند تھی اس لئے خود آپ کی تادیب کے لئے یہ آیت کریمہ نازل ہوئی کہ:

لَيْسَ لَكَ مِنَ الْأَمْرِ شَيْءٌ أَوْ يَتُوبَ عَلَيْهِمْ أَوْ يُعَذِّبَهُمْ فَإِنَّهُمْ ظَالِمُونَ۔ وَلِلّٰهِ مَا فِي السَّمٰوٰتِ وَمَا فِي الْأَرْضِ يَغْفِرُ لِمَنْ يَشَاءُ وَيُعَذِّبُ مَنْ يَشَاءُ وَاللّٰهُ غَفُورٌ الرَّحِيمٌ۔

آپ کا اس معاملے میں کوئی اختیار نہیں خواہ اللہ تعالیٰ انہیں توبہ کی توفیق دے یا انہیں عذاب کرے کیونکہ وہ ظالم ہیں اور جو کچھ آسمانوں میں اور جو کچھ زمینوں میں ہے سب کچھ اللہ ہی کا ہے، وہ جسے چاہے بخش دے اور جسے چاہے عذاب کرے اور اللہ بخشنے والا مہربان ہے۔

گویا اس طرح آپ کو یہ ہدایت کی گئی کہ اس طرح نرم الفاظ میں بھی بددعا کرنا آپ کی شایان شان نہیں اور آپ کے بلند اخلاق کا تقاضہ یہ ہے کہ آپ دشمنوں کی طرف سے اتنی شدید تکالیف پر بھی اُن کے لئے اپنی زبان پر کلمہ بددعا نہ لائیں ـــــ

اس معرکۂ اُحد میں جو آزمائش درپیش آئی وہ بظاہر چند صحابہ کرامؓ کے اپنی رائے اور سوچ کے مطابق ایک ایسا عمل کر گزرنے کے نتیجہ میں تھی جو کتنی ہی نیک نیتی اور اخلاص کے ساتھ کیوں نہ تھا لیکن اُس سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ایک واضح حکم کی خلاف ورزی کا ارتکاب ہوگیا تھا۔ اس سے حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے دل میں رنج پیدا ہو جانا ایک طبعی امر تھا۔ چنانچہ اسی رنجش کے باعث آپؐ نے درپیش معاملات میں صحابہؓ سے مشورہ کرنا ترک کر دیا تو اللہ تعالیٰ نے یہاں بھی اپنے نبی کی تربیت و تادیب کے لئے اولاً تو یہ کہا کہ ”اے نبی ان سے ایک لغزش ہوگئی“ وَلَقَدْ عَفَا اللّٰهُ عَنْهُمْ“ اللہ تعالیٰ نے یقیناً ان کی اس لغزش کو معاف کر دیا ہے، پھر اپنے نبی علیہ السلام سے صحابہ کرامؓ کے بارے میں ایک طرح کی سفارش کرتے ہوئے فرمایا کہ:

فَبِمَا رَحْمَةٍ مِّنَ اللّٰهِ لِنْتَ لَهُمْ وَلَوْ كُنْتَ فَظًّا غَلِيظَ الْقَلْبِ لَانْفَضُّوا مِنْ حَوْلِكَ فَاعْفُ عَنْهُمْ وَاسْتَغْفِرْ لَهُمْ وَشَاوِرْهُمْ فِي الْأَمْرِ۔

پھر اللہ کی رحمت کے سبب آپ

اُن کے لئے نرم ہوگئے۔ اور اگر آپ تندخو اور سخت دل ہوتے تو البتہ آپ کے پاس سے وہ بھاگ جاتے۔ پس انہیں معاف کیجئے! اور اُن کے لئے بخشش مانگئے اور کام میں اُن سے مشورہ لیا کیجئے۔

اس آیت کریمہ کے فوائد میں سے ایک تو یہ ہے کہ اگر ہر طبقہ اور رنگ و نسل کے لوگ آپ کی نبوت پر ایمان لا کر حلقہ بگوش اسلام ہوئے ہیں تو اس کی وجہ یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اپنی رحمت سے اپنے نبیؐ کے دل کو لوگوں کے لئے نرم کر دیا ہے۔ نیز اسلام قبول کر لینے کے بعد ہر قسم کی تکلیفوں، مصیبتوں، آزمائشوں اور پریشانیوں کے باوجود اگر یہ لوگ آپ کے گرد پروانہ وار جمع ہیں تو اس کا سبب یہ ہے کہ آپؐ تندخو اور سخت مزاج نہیں ہیں ورنہ یہ نہ جانے کب کے منتشر ہو چکے ہوتے، مزید برآں یہ کہ اگر ان سے کوئی لغزش سرزد ہو جائے تو اس میں ان کی بدنیتی یا عدم خلوص کا دخل نہیں بلکہ یہ تو اسلام کے سچے شیدائی، خدا تعالیٰ کے مخلص بندے اور شمع رسالت کے جاں نثار پروانے ہیں یہ اللہ اور اس کے رسولؐ کی مرضی کے خلاف سوچ بھی نہیں سکتے تاہم اگر کسی معاملے میں اِن کی اجتہادی رائے سے مسلمانوں کو کوئی اجتماعی نقصان پہنچا ہے تو اس صورت میں بھی اِن کی رائے تو خلوص اور نیک نیتی پر ہی مبنی تھی۔ اس لئے آپؐ کے اخلاقِ کریمانہ سے یہ بعید ہے کہ آپؐ اپنے دل میں اِن کے لئے مستقلاً کوئی رنجش پیدا کر لیں۔ لہٰذا حق تعالیٰ کی طرف سے عطا ہونے والے اپنے خُلقِ عظیم کی بدولت اِن سے درگذر کیجئے۔ اِن کے لئے حق تعالیٰ سے مغفرت کی درخواست کیجئے اور ان کو اپنے مشوروں میں برابر شریک رکھئے کہ حق تعالیٰ کی نگاہ میں یہ لوگ آپؐ کے سچے اور پُر خلوص مشیر ہیں۔ خدا تعالیٰ کو ان کی مشاورت پر اعتماد ہے تو آپ بھی ان کو اپنا مشیر سمجھتے ہوئے اِن پر اسیطرح کا اعتماد کیجئے!

یہ اور اس طرح کی تادیبات جو قرآن میں موجود ہیں ان کا مقصد یہ ہے کہ اولاً تو سید کائنات علیہ الصلوٰۃ والسلام کی ذات اقدس کو اعلیٰ اخلاق اور کریمانہ اوصاف سے آراستہ کیا جائے اور ضمناً آپ کے واسطے سے پوری نسل انسانیت کو اچھے اخلاق کی تعلیم دی جائے کیونکہ جس طرح قرآن مجید، حضور علیہ السلام کی تعلیم و تربیت کا ذریعہ ہے اسیطرح باقی انسانوں کے لئے تعلیم و تربیت کا ذریعہ آپؐ کی ذات اقدس ہے ـ خدا تعالیٰ کی براہِ راست تربیت سے آپؐ کی ذاتِ اقدس میں پیدا ہونے والے یہی وہ اوصافِ حمیدہ ہیں جن کی وجہ سے آپؐ کو انك لعلٰى خلق عظیم جیسا غیر فانی تمغہ عطا کیا گیا ہے۔

پھر سید الکونین علیہ السلام صرف اپنی ذات تک کے لئے صاحبِ خلقِ عظیم نہ تھے بلکہ پوری اُمت کے لئے آپؐ معلم اخلاق کی حیثیت رکھتے تھے۔ یہی وجہ ہے کہ آپؐ نے اپنے عمل کے علاوہ قول اور حکم کے ذریعہ بھی امت کو اخلاقِ حسنہ کی تعلیم دی۔ جہاں تک عمل کا تعلق ہے وہ تو گویا آپؐ کی فطرتِ ثانیہ بن چکا تھا اور یہ سلسلہ اعلانِ نبوت سے قبل بھی جاری تھا۔ چنانچہ سچ بولنا، امانت کی حفاظت کرنا، وعدے کا پاس کرنا،

دوسروں کا احترام کرنا، اخلاقی قدروں کو اجاگر کرنا، انصاف کے تقاضوں کو پورا کرنا، لین دین اور تجارت میں ایمانداری سے کام لینا، مظلوموں اور بیکسوں کی غمخواری کرنا، مزدورتمندوں کی امداد کرنا، مہمانوں کی خدمت کرنا اور اس طرح کے دوسرے اوصاف حمیدہ آپؐ کی ذات میں بوجہ اتم موجود تھے۔ یہی وجہ ہے کہ غارِ حرا میں جبرائیل سے پہلی ملاقات اور قرآن کی پہلی وحی کے نزول سے آپؐ کے دل اور جسم پر جو کیفیت طاری ہوئی، حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا کے سامنے اُسے بیان کرتے ہوئے جب آپؐ نے یُوں ایک اندیشہ ظاہر کیا کہ لَقَدْ خَشِيتُ عَلٰى نَفْسِي (مجھے اپنی جان کا ڈر ہے) تو ام المومنین سیدہ خدیجہ سلام اللہ علیہا نے اِن الفاظ میں آپ کو تسلی دی۔

كَلَّا وَاللّٰهِ مَا يُخْزِيكَ اللّٰهُ أَبَدًا إِنَّكَ لَتَصِلُ الرَّحِمَ وَتَحْمِلُ الْكَلَّ وَتَكْسِبُ الْمَعْدُومَ وَتَقْرِي الضَّيْفَ وَتُعِينُ عَلٰى نَوَائِبِ

الحق۔

ہرگز نہیں! اللہ آپ کو کبھی رسوا نہیں کرے گا، کیونکہ آپ صلہ رحمی کرتے، ناتوانوں کا بوجھ اپنے اوپر لیتے، محتاجوں کے لئے کماتے، مہمان کی مہمان نوازی کرتے اور حق کی راہ میں مصیبتیں اٹھاتے ہیں۔

مظلومی اور بیکسی کے دور میں اچھے اخلاق کا مظاہرہ کسی مجبوری یا کمزوری پر بھی محمول کیا جاسکتا ہے لیکن کوئی فاتح، غالب، حاکم اور طاقتور ہو کر دوسروں کے ساتھ کرم کا برتاؤ کرے تو اسے اس کی عظمت کا پہلو مانے بغیر کوئی چارہ نہیں ہوتا ——— فتح مکہ کے روز ایک غالب و فاتح کی حیثیت سے آپ نے ان دشمنوں کے ساتھ عفو و درگذر کا برتاؤ کرکے جنہوں نے صرف نظریہ اسلام کی بنیاد پر قدم قدم پر آپ اور آپ کے رفقاء کو بے پناہ ستایا تھا، جو عظیم مثال قائم کی دنیا اسے اچھی طرح جانتی ہے ——— ایک جہاد کے موقع پر عرب کے مشہور سخی حاتم طائی کی بیٹی گرفتار ہو کر جب آپ کی خدمت میں پیش ہوئی تو اس نے آپ کے سامنے عرض کی ”اے محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) میں اپنی قوم کے سردار کی بیٹی ہوں۔ میرا باپ بڑا وفاشعار اور عہد کا پابند تھا۔ قیدیوں کو چھڑانا اور بھوکوں کو کھانا کھلانا اس کا خاص وصف تھا اس نے کبھی کسی حاجتمند کا سوال رد نہیں کیا۔ میں حاتم طائی کی بیٹی ہوں اگر آپ مناسب سمجھیں تو مجھے آزاد کر دیں اور میرے دشمنوں کو خوش ہونے کا موقع نہ دیں“۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کا بیان سن کر فرمایا ”یہ تو بالکل مسلمانوں والے اوصاف ہیں اگر تمہارے والد مسلمان ہوتے تو ہم ان کے لئے دعا کرتے“۔ اور پھر یہ کہہ کر اس کو آزاد کر دیا کہ ”اس کا باپ اخلاقِ حسنہ کو پسند کرتا تھا اور اللہ تعالیٰ بھی اخلاقِ حسنہ کو پسند کرتا ہے“ ——— یہ سن کر حضرت ابوبردہ رضی اللہ عنہ کھڑے ہوئے اور عرض کی ”یا رسول اللہ! کیا اللہ تعالیٰ اچھے اخلاق کو محبوب رکھتا ہے؟“ آپ نے جواب دیا ”والذی نفسی بیدہ لا یدخل الجنة الا حسن الاخلاق قسم ہے اس ذات کی جس کے قبضہ میں میری جان ہے جنت میں صرف وہی جائے گا جس کے اخلاق اچھے ہوں گے“۔

دس ہزار قدسی صفت صحابہ کرام کا لشکر صاحب خلقِ عظیم کی قیادت میں مکہ کو فتح کرنے کے لئے نکلا تو آپ کے ارادۂ جہاد کو بھی عام بادشاہوں کے مقصد جنگ پر قیاس کرتے ہوئے ایک شخص حاضر خدمت ہوا اور کہنے لگا ”اگر آپ حسین عورتوں اور سرخ اونٹوں کے خواہشمند ہیں تو قبیلہ بنی مدلج پر چڑھائی کریں“ کہ ”اس میں ان چیزوں کی کثرت ہے“ آپ نے جواب میں ارشاد فرمایا ”حق تعالیٰ نے مجھے بنی مدلج پر حملہ کرنے سے منع فرمایا ہے کیونکہ وہ لوگ صلہ رحمی کرتے اور اپنے اقربا کے حقوق پہچانتے ہیں“ ———

اب ذرا آپ کے اخلاقِ حسنہ کے سلسلہ میں بے مثال اور پاکیزہ تعلیم کی ایک جھلک دیکھتے چلیں کہ اس پر عمل پیرا ہو کر انسان کو کتنی عظمت اور پاکیزگی نصیب ہو سکتی ہے ———

ابونعیم اور بیہقی کی روایت ہے کہ حضرت معاذ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے فرمایا ”اے معاذ! میں تم کو اللہ سے ڈرنے، سچ بولنے، وعدہ وفا کرنے، امانت کو ادا کرنے، خیانت کو ترک کرنے، پڑوسی کی حفاظت کرنے، یتیم پر رحم کھانے، نرم کلام کرنے، سلام کو عام کرنے، نیک عمل کرنے، دنیا کی تمنائیں کم کرنے، ایمان کو لازم پکڑنے، قرآن مجید کو سمجھنے، آخرت سے محبت کرنے، حساب قیامت سے ڈرنے اور فروتنی و عاجزی اختیار کرنے کی وصیت کرتا ہوں ——— اور میں تمہیں کسی دانا کو برا کہنے، کسی سچے آدمی کو جھٹلانے، کسی گنہگار حاکم کی گناہ میں اطاعت کرنے، کسی عادل حکمران کی جائز کاموں میں نافرمانی کرنے، اور زمین پر کسی قسم کا فساد مچانے سے منع کرتا ہوں ——— اور میں تمہیں وصیت کرتا ہوں کہ ہر پتھر، درخت اور ڈھیلے کے سامنے (یعنی ہر حالت میں) اللہ سے ڈرتے رہو، اور ہر گناہ سے توبہ کرو، جو گناہ خفیہ کیا ہے اس کی توبہ بھی خفیہ کرو اور جو گناہ علانیہ کیا ہے اس کی توبہ بھی علانیہ کرو“ ———

گویا آپ نے اپنے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی وساطت سے اپنی پوری امت

(باقی ۲۷ پر)

آہ! حضرت مولانا مفتی عبدالمتین رح

(از قلم ابو عمار زاہد الراشدی)

دینی، علمی اور جماعتی حلقوں کے لئے یہ خبر انتہائی صدمہ کا باعث ہو گی کہ آزاد کشمیر کے بزرگ اور مقتدر عالم دین حضرت مولانا مفتی عبدالمتین صاحب فاضل دیوبند طویل علالت کے بعد گزشتہ جمعہ کے روز راولپنڈی کے ایک پرائیویٹ ہسپتال میں انتقال فرما گئے۔ انا للہ وانا الیہ راجعون۔

مفتی صاحب مرحوم آزاد کشمیر کے علاقہ تھب تحصیل باغ کے رہنے والے تھے۔ شیخ الاسلام حضرت مولانا السید حسین احمد مدنی نور اللہ مرقدہ کے شاگرد اور والد محترم حضرت مولانا محمد سرفراز خان صفدر مدظلہ العالی کے ہم سبق تھے متبحر عالم، نکتہ رس، مفتی اور نیک دل بزرگ تھے۔

آزاد کشمیر میں سرکاری طور پر افتاء کا محکمہ قائم ہوا تو مفتی صاحب مرحوم اس سے منسلک ہو گئے اور ایک عرصہ تک راولاکوٹ کے ضلعی مفتی کی حیثیت سے خدمات سرانجام دیتے رہے۔

تحریک آزادی کشمیر میں سرگرمی کے ساتھ دلچسپی رکھتے تھے اور مختلف مراحل میں آزادی کشمیر کی جد و جہد میں عملاً شریک رہے آزاد کشمیر کے قیام کے بعد وہاں کے علماء نے ریاست میں اسلامی قوانین کے اجراء و نفاذ کے لئے جو نتیجہ خیز جد و جہد کی اس میں مرحوم پیش پیش رہے اور وہ بھی ان قائدین میں شامل تھے جن کی قیادت میں آزاد کشمیر میں رسوائے زمانہ عائلی قوانین کے خلاف کامیاب جد و جہد کی گئی۔

مفتی صاحب مرحوم حضرت الشیخ مدنی نور اللہ مرقدہ کے تلمیذ ہونے کے ساتھ ان کے سیاسی افکار اور جد و جہد کے بھی امین تھے۔ اور آزاد کشمیر میں جمعیۃ علماء آزاد کشمیر کی تشکیل و تنظیم میں اسی جذبہ کے ساتھ تمام عمر سرگرم عمل رہے۔

سرکاری ملازمت سے پہلے، ملازمت کے دوران اور ریٹائرمنٹ کے بعد ان کے اس جذبہ میں کسی دور میں بھی نرمی یا جھجک محسوس نہیں کی گئی اور بلاشبہ وہ ان گنے چنے بزرگوں میں شامل ہیں جن کی ذاتی توجہات اور شخصی اثر و رسوخ کو جمعیۃ علماء آزاد کشمیر کی تنظیم و تشکیل میں بنیادی اور فیصلہ کن حیثیت حاصل ہے۔

راقم الحروف کو گزشتہ آٹھ دس برس سے آزاد کشمیر کے دینی و جماعتی اجتماعات میں مسلسل شرکت کی سعادت حاصل ہوتی رہی ہے اور اس میں کوئی شک نہیں کہ مفتی صاحب مرحوم علالت، کمزوری اور مصروفیات کی پروا کئے بغیر جوانوں سے زیادہ حوصلہ کے ساتھ جماعتی کاموں میں حصہ لیتے رہے اور ان کا حوصلہ و عزم ہمارے جیسے نوجوانوں کے لئے بھی قابل رشک رہا۔

مولانا مفتی عبدالمتین مرحوم آزاد کشمیر کے متعدد دینی مدارس کی سرپرستی فرماتے تھے۔ راولاکوٹ، نعمان پورہ اور باغ کے مدارس کے ساتھ ان کا سرپرستی اور معاونت کا تعلق بار بار دیکھنے میں آتا رہا۔ اس کے علاوہ انہوں نے اپنے گاؤں تھب میں مدرسہ امداد الاسلام کے نام سے تعلیم قرآن کا ایک مدرسہ قائم کیا جس کی افتتاحی تقریب اور اس کے بعد

سالانہ تقریبات میں مجھے بھی شرکت کی سعادت نصیب ہوتی رہی ہے۔

مرحوم نے متعدد شادیاں کیں مگر اولاد کی نعمت سے محروم رہے لیکن ان کے بھائی قاضی عبدالحی صاحب اعلیٰ سرکاری افسر ہونے کے باوجود دینی ذوق کے حامل ہیں اور ان سے بجا طور پر یہ توقع رکھی جا سکتی ہے کہ وہ حضرت مفتی صاحب رحمہ اللہ تعالیٰ کی دینی روایات بالخصوص ان کے قائم کردہ مدرسہ امداد الاسلام تھب کی بقاء و ترقی کے لئے مؤثر خدمات سرانجام دیتے رہیں گے

مفتی صاحب مرحوم کچھ عرصہ سے علیل تھے۔ مختلف ہسپتالوں میں زیر علاج رہے گذشتہ ماہ مظفرآباد میں جمعیۃ علماء آزاد کشمیر کے مرکزی کنونشن کے موقع پر مجھے سی، ایم ایچ مظفرآباد میں ان کی خدمت میں حاضری اور عیادت کی سعادت حاصل ہوئی۔ علالت اور کمزوری کے باوجود حسب سابق تپاک سے ملے۔ جماعتی خلفشار اور بعض حضرات کے رویہ پر گہرے دُکھ کا اظہار کیا حضرت درخواستی مدظلہ، حضرت مولانا عبیداللہ انور مدظلہ اور حضرت والد محترم مدظلہ کی خیریت دریافت کرتے رہے۔ مظفرآباد سے انہیں راولپنڈی کے ایک پرائیویٹ ہسپتال میں لایا گیا جہاں وہ گذشتہ جمعہ کے روز خالق حقیقی سے جا ملے اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْن۔

نماز جنازہ تھب میں ہفتہ کے روز آزاد کشمیر کے بزرگ عالم دین، جمعیۃ علماء آزاد کشمیر کے سربراہ اور مفتی صاحب مرحوم کے ہم سبق شیخ الحدیث حضرت مولانا محمد یوسف خاں مدظلہ العالی نے پڑھائی۔

نماز جنازہ میں آزاد کشمیر کے سرکردہ علماء، جمعیۃ کے رہنماؤں، اور ہزاروں دیگر مسلمانوں نے شرکت کی اور نماز جنازہ کے بعد اشکبار آنکھوں کے ساتھ انہیں سپرد خاک کر دیا گیا۔ جمعیۃ علماء اسلام پاکستان کے سربراہ حضرت مولانا محمد عبداللہ درخواستی دامت برکاتہم، ناظم عمومی حضرت مولانا عبیداللہ انور دامت برکاتہم، حضرت مولانا محمد اجمل خاں صاحب اور حضرت مولانا محمد سرفراز خاں صاحب صفدر مدظلہ نے اپنے تعزیتی پیغامات میں حضرت مولانا مفتی عبدالمتین صاحبؒ کی وفات پر گہرے رنج و غم کا اظہار کیا ہے اور ان کی دینی و قومی خراج عقیدت پیش کرتے ہوئے دعا کی ہے کہ اللہ تعالیٰ مرحوم کو جنت الفردوس میں جگہ دیں اور پسماندگان کو صبر جمیل کی توفیق ارزانی فرمائیں

آمین یا الٰہ العالمین!

بقیہ : مجلس ذکر

لیتے ہیں کہ کون نیک ہے اور کون بد ہے۔ کیا حلال ہے اور کیا حرام ہے؟

اللہ تعالیٰ ہم سب کو اپنا ذکر کرنے کی توفیق عطا فرمائے شہادت کی موت عطا فرمائے۔ جب تک زندہ رکھے اسلام پر زندہ رکھے، رزقِ حلال عطا فرمائے خاتمہ ایمان کامل پر فرمائے۔ اور حوضِ کوثر سے سیراب فرمائے۔ آمین!

بقیہ : شاہ ولی اللہ . . . . .

ہے۔ حاصل شدہ کمال ہونے کے باوجود ہمت و حوصلہ مندی حقیقی سعادت نہیں۔ اس قسم کے کمالات کو شاہ ولی اللہؒ جزوی سعادت کہتے ہیں۔ حقیقی سعادت وہ کمالات ہیں جن کا حصول صرف انسان ہی کے لئے ممکن ہے۔ دیگر مخلوقات پر ان کا اطلاق نہیں ہوتا ان کے حصول میں انسان کی عقل معاون ہوتی ہے اور حسن و قبیح عمل پر مبنی ہوتے ہیں۔ اس کے مطابق شاہ ولی اللہؒ عمل کی دو قسمیں بیان کرتے ہیں۔ ایک دنیاوی عمل اور دوسرا دینی عمل۔ اول الذکر کا تعلق دنیاوی امور سے ہوتا ہے اور مؤخر الذکر کا دینی امور سے۔ دنیاوی امور سے متعلق عمل اس لئے حقیقی نہیں ہوتا کیونکہ ان میں سے بہت سے اعمال کا تعلق بہیمیت سے ہوتا ہے۔ دینی امور سے متعلق عمل حقیقی سعادت اس لئے ہوتا ہے کیونکہ اس کا تعلق ملکی رجحانات سے ہوتا ہے یہ اعمال عبادت و استغفار ہیں۔

دینِ اسلام دینِ فطرت ہے

فِطری تقاضے اور اسلام

تحریر: سید عطاء الرحمٰن جعفری بی۔اے (آنرز)

اسلام کی خوبیوں اور اُس کے محاسن و فضائل کے بارے میں بہت کچھ لکھا گیا ہے۔ اور یہ سلسلہ تاقیامت جاری رہے گا۔ جیسے جیسے انسان کا علم اس کا مشاہدہ اس کی ضروریات اور اس کے مسائل بڑھیں گے۔ اس نظامِ حیات کی خوبیاں نکھرتی جائیں گی۔ اور شاید جلد ہی وہ وقت آجائے گا کہ جب انسان من حیث المجموع اِس ربانی تحفہ کی صرف داد ہی نہیں دے گا بلکہ خود کو اس کے اختیار کرنے پر مجبور پائے گا۔

اسلام کی جو خوبی سب سے زیادہ متاثر کرتی ہے۔ وہ اس نظام حیات میں پایا جانے والا توازن و عدل اور حسن تناسب ہے کہ عین مطابقِ فطرت ہے۔ اِس نظامِ حیات کے کسی پہلو کا کسی بھی زاویہ نگاہ سے جائزہ لیا جائے۔ تو آپ اس میں توازن و اعتدال کو اپنے حقیقی مفہوم میں موجود پائیں گے۔ ایسا توازن وعدل اور ایسا حسن انتخاب شاید کسی ماہر مہندس کے مرتب کئے ہوئے ہندسی خاکے میں پایا جاسکے گا۔ غرض کہ اعتدال اس دین کی تمام خصوصیات میں سب سے زیادہ دلکش اور جاذبِ توجہ ہے۔

اِس نظامِ حیات میں پائے جانے والے اعتدال و تناسب کی مثال ہو سکتی ہے۔ تو وہ انسان کا بدن ہے۔ انسان اس کائنات کی سکڑی اور سمٹی ہوئی شکل ہے۔ اعتدال و تناسب اِس کی روح اور اساس ہے۔ دین اسلام فطری دین ہے۔ دینِ فطرت کی حقانیت پر ایمانِ قطعی اور اعتقادِ راسخ ایک عظیم دولت ہے۔ بے شک اور بلاشبہ انسان پر اللہ تعالیٰ کا یہ سب سے عظیم اور سب سے بڑا احسان ہے کہ اُسے دولتِ ایمان واعتقاد میسّر ہے۔ میں اپنے خالق اور اپنے مربّی کے احسان کا شکر ادا کرنے کے لئے اِن تمام صلاحیتوں کو عاجز پاتا ہُوں۔ جو مجھے تحریر کے ذریعے اپنا مافی الضمیر ادا کرنے پر قدرت نے عطا کی ہیں۔ آج اِس دین کی حقانیت کا عقیدہ جو مجھے حاصل ہے۔ اِس کی وجہ بھی یہی ہے کہ اس نظامِ دین کو وضع کرنے والا وہی حکیم و خبیر ہے جس نے میری فطرت کی تخلیق تحریر فرمائی ہے۔ جیسا کے سورہ روم میں اس کی تعریف اِن الفاظ میں فرمائی ہے:۔

"یہ دین اِس انسانی فطرت کے عین مطابق ہے۔ جس پر اللہ تعالیٰ نے انسان کی تخلیق کی ہے"۔

مزید ارشاد ہوتا ہے کہ:۔

"یہ فطرت ناقابلِ تغییر ہے۔ اور اسی بنا پر یہ مطابقِ فطرت دین ہی دینِ قیم ہے لیکن بیشتر لوگ اِس حقیقت سے ناواقف ہیں"۔

اِس ارشادِ ربانی کے مطابق دینِ اسلام کے دینِ فطرت ہونے کا معاملہ ہمارے ایمان و اعتقاد کا معاملہ ہے۔ لیکن جب ہم اسلام کی تعلیمات پر اِس کے اصولوں اور احکام کا مطالعہ کرتے ہیں تو ہمارا وجدان اس بات کی گواہی دیتا ہے کہ یہ حقیقتاً ہماری فطرت کے عین مطابق ہے۔

اسلام انسان کی ہر فطری ضرورت کے متعلق احکام دیتا ہے اور خاص بات یہ ہے کہ یہ احکام بھی اِس کی فطرت کو ملحوظ رکھ کر دئے گئے ہیں۔ انسانی زندگی چاہے انفرادی ہو یا اجتماعی اِس سے متعلق جو بھی مسائل پیش آتے ہیں۔ اور آسکتے ہیں۔ اِن کے بارے میں اصول اور بعض جگہ جزوی مسائل کے بارے میں مفصّل احکام موجود ہیں۔ مثلاً کھانا پینا انسان کی سب سے بنیادی اور سب سے پہلی فطری ضرورت ہے۔ اللہ کا حُکم ہے کھاؤ پیئو مگر اسراف نہ کرو۔ صرف یہی نہیں متعدد آیات میں احکام دئے گئے ہیں کہ انسان کو کیا کھانا چاہیئے اور کیا نہیں کھانا چاہیئے۔ رزقِ حلال حاصل کرنے کے صحیح طریقے کیا ہیں۔ اور پھر

احادیث میں سینکڑوں احکام غذاؤں کی حرمت، کھانے کے طریقے اور اداب اور دیگر تفصیلات کے بارے میں موجود ہیں۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلّم کا ارشاد ہے:

"آدمی کو اتنی غذا کافی ہے کہ وہ زندہ رہ سکے۔ اور دنیا کے کام بہ حسن وخوبی سرانجام دے سکے"۔

اسی طرح دوسری فطری ضرورت اور آرام ہے۔ قرآن مجید میں اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا ہے کہ اُس نے رات آرام کے لئے بنائی ہے اور دن کام کرنے کے لئے۔ لیکن اللہ کے کچھ بندے اپنے آرام کا وقت عبادت میں گذارنے کو ترجیح دیتے ہیں تو اللہ تعالےٰ نے اُن کے لئے بھی ایک تہائی رات اس کام کے لئے وقف کرنے کی اجازت دی ہے۔ جناب رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے مسلسل نفلی روزے رکھنے سے منع فرمایا ہے اور اسے رہبانیت قرار دیا۔ تقرب کے نقطۂ نظر سے مجرّد رہنے کو خلافِ سنت قرار دیا۔ اِس کے تعلقات میں رنجش اور ناراضگی، غصے اور انتقام کے جذبات کُلی طور پر غیر فطری ہیں۔ اس لئے اللہ تعالیٰ نے ان امور کے بارے میں حدود مقرر کر دیں تاکہ اِن فطری تقاضوں پر عمل کے باوجود، ناراضگی غصے اور انتقام کے جذبات غصۂ حیوانیت میں نہ بدل جائیں۔

آپ نے سیرت کی کتابوں میں پڑھا ہوگا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلّم کے غصّے کو روکنے والی کوئی چیز نہ تھی۔ سوائے اِس کے کہ اللہ کے احکام کی خلاف ورزی کرنے والا یا تو اس سے باز آ جاتا۔ یا اُس کو غلط کاری کی سزا دی جاتی غصہ ایک فطری ردِعمل ہے۔ اور اس پر پابندی نہیں لگائی جاسکتی۔ لیکن حضور صلی اللہ علیہ وسلّم نے اپنے عمل کے ذریعہ بتا دیا کہ ردعمل کا صحیح طریقہ کیا ہے۔

اسلام کے ان احکام وتعلیمات پر نظر ڈالی جائے۔ جو انسان کی فطری ضرورتوں کے بارے میں حدود کا تعین کرتی ہیں۔ تو معلوم ہوگا کہ اس دین کو وضع کرنے والے نے انسان اور اس کی فطرت کو سامنے رکھ کر وضع کیا ہے۔ اور انسان کے لئے فکروعمل کی ایسی پوشاک مہیّا کر دی ہے کہ جو اس پر ہر طرح فٹ آتی ہے اور یہی دینِ فطرت ہے جو شروع سے تمام انبیاء علیہم السّلام لے کر آئے اور جس کی تکمیل انسانِ کامل اور انسان اور انسانیت کے سب سے بڑے عارف حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلّم نے فرمائی۔

اسلام دین فطرت ہے، کے متعلق عیسائی عالموں اور دانشوروں کے چند اعترافی بیانات درج ذیل ہیں۔

فرانسیسی عالم موسیو اوجین جنہوں نے اسلام اور مسیحیت کی تحقیق میں عمر صرف کر دی اخباری مضمون مطبوعہ ۱۹۰۱ء میں رقمطراز ہیں:-

"قرآن ایک ایسا مجموعہ ہے جس میں تمدن کے قوانین، جرم وسزا کے قوانین اور حفظ صحت کے قوانین بیک وقت موجود ہیں"۔

مسٹر جان اپنی تصنیف "دی گریٹ ٹیچر" میں لکھتے ہیں:-

"قرآن ایک آسان اور مذہبی قانون ہے۔ جس میں انسانی زندگی کی اصلاح کے لئے بہت کچھ موجود ہے۔ اس کی تعلیم انسانی فطرت کے عین مطابق ہے۔ اور وہ دلکش انداز میں دعوت دیتا ہے۔ تاریخ شاہد ہے کہ اس پر عمل کرنے والے روحانی لحاظ اور دنیوی اعتبار سے کامیاب ترین انسان تھے۔ ہم انصاف کی روشنی میں کہہ سکتے ہیں کہ قرآن سے بہتر کوئی دستور العمل انسان کو عمل نیکی کی طرف راغب اور بُرائیوں سے بچانے کے لئے رہنما نہیں ہوسکتا"۔

کار لائل مشہور مسیحی مصنف لکھتے ہیں:-

"قرآن میں جو خلوص اور سچائی ہے اس کی مثال نہیں مل سکتی۔ وہ ایک چنگاری تھی جس نے دہلی سے غرناطہ تک کرۂ ارض کو روشن کر دیا۔ قرآن کے پڑھنے سے ثابت ہوتا ہے کہ وہ الٰہی احکام ہیں۔ اور قرآن صداقتوں سے بھرپور ہے"۔

مسلمان اس پر کامل یقین رکھتے ہیں کہ ہمارا اللہ اپنی کتاب قرآن مجید کے ذریعہ سے دینِ فطرت کی رہنمائی کرتا ہے۔ اور ہمارے رسولؐ نے اپنی مقدس زندگی فطرت کی طرف آنے اور اسکے مطابق اپنی زندگیوں کو استوار کرنے کی دعوت دی ہے۔ اگر ایسا نہ ہوتا تو دنیا اس انقلاب سے آشنا نہ ہوتی جو قرآن لایا۔ اور اسلام لایا اور یہی وہ انقلاب ہے۔ جس کو دوام ہے۔ آج نہیں تو کل یہ عالمِ ارض مشرف بہ اسلام ہو کر رہے گا۔ (انشاء اللہ تعالیٰ)

فلسفۂ توحید

• جناب پروفیسر یوسف سلیم چشتی

هُوَ اللّٰهُ الَّذِیْ لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ عَالِمُ الْغَیْبِ وَالشَّهَادَةِ هُوَ الرَّحْمٰنُ الرَّحِیْمُ (۵۹:۲۲)

ترجمہ: اللہ وہ ذات ہے جس کے علاوہ کوئی اور معبود نہیں وہ پوشیدہ اور ظاہر ہر شئے کا جاننے والا ہے اور رحمٰن اور رحیم ہے۔

ابتدائے آفرینش سے آج تک ہر زمانہ اور ہر قوم میں خدا کی ہستی کا اعتراف موجود رہا ہے۔ عالم اور جاہل، متمدن اور وحشی، شہری اور بادیہ نشین ہر انسان کا دل اس بات پر گواہی دیتا ہے کہ اس کا اور اس دنیا کا بنانے والا کوئی نہ کوئی ضرور ہے۔ یہ کائنات آپ ہی آپ پیدا نہیں ہوئی۔ کوئی نہ کوئی ایسی ہستی ضرور موجود ہے جو اس کارخانہ کو چلا رہی ہے۔

لیکن انسانی عقل وفہم جیسا کہ سب کو معلوم ہے محدود اور ناقص ہے۔ اس لیے خدا کا جو تصوّر انسان نے محض اپنی عقل و فہم کی مدد سے قائم کیا وہ بھی ناقص اور پست تھا۔ چنانچہ قدیم کتابوں کے مطالعہ سے یہ بات ثابت ہوسکتی ہے۔

اسی لیے اللہ تعالےٰ نے اپنی مہربانی سے انسان کی روحانی تربیت کرنے کے لیے ہر ملک اور ہر قوم میں رسول اور نبی بھیجے جنہوں نے انسان کو اس حقیقت سے آگاہ کیا کہ دنیا کا خالق اور مالک وہ خدا ہے جس کا کوئی شریک نہیں، کوئی ہمسر نہیں اور انسان کو صرف اسی کی پرستش کرنی لازمی ہے۔

لیکن تاریخ شاہد ہے کہ اسلام سے پہلے جملہ اقوام عالم نے توحید کے اس زرّیں اصول کو بھلا دیا تھا۔ بعض اقوام علانیہ شرک کی لعنت میں گرفتار تھیں۔ بعض زبان سے توحید کا اقرار کرتی تھیں لیکن ان کا طرزِ عمل مشرکانہ تھا۔ اس عالمگیر خرابی کی اصلاح کے لیے جن کی تفصیل چھٹی صدی عیسوی کی تاریخ الٰہی قدیمہ سے معلوم ہوسکتی ہے۔ اللہ تعالےٰ نے سرزمین عرب میں جو شرک اور بت پرستی کی جملہ اصناف و اقسام کا مرجع تھی۔ خاتم النبیین رحمۃ للعالمین سردارِ دو جہاں محمّد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم کو مبعوث فرمایا۔ اور چونکہ آپؐ آخری نبی ہیں۔ اس لیے آپؐ کی معرفت دنیا کو عالمگیر اور کامل دستور العمل عطا فرمایا جسے ہم قرآن مجید کہتے ہیں۔ جس طرح آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد کوئی نبی نہیں اسی طرح قرآن کریم کے بعد کوئی کتاب یا ہدایت نہیں۔ اس کا سبب یہ ہے کہ جب اللہ تعالےٰ کی حکمت بالغہ اور مشیت نافذہ نے اپنے دین کو کامل کر دیا۔ یعنی انسان کو نجات و فلاح کے لیے جن جن حقائق اور معارف سے آگاہ ہونا ضروری تھا وہ اللہ تعالےٰ نے آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی معرفت قرآن مجید میں بالوضاحت بیان فرما دیے۔ تو چونکہ اب کوئی بات باقی نہیں رہی اور کوئی مزید ہدایت نازل نہیں ہوگی۔ اس لیے منطقی طور پر قرآن مجید خاتم الکتب ہے۔ اور جب کوئی پیغام بھیجنا نہیں تو پھر آئندہ کسی پیغمبر کی بھی ضرورت نہیں۔ آیۂ مبارکہ مَا كَانَ مُحَمَّدٌ اَبَآ اَحَدٍ مِّنْ رِّجَالِكُمْ وَلٰكِنْ رَّسُوْلَ اللّٰهِ وَخَاتَمَ النَّبِيّٖنَ ۗ وَكَانَ اللّٰهُ بِكُلِّ شَيْءٍ عَلِيْمًا ۝ (۳۳:۴۰) (ترجمہ: محمّد (صلی اللہ علیہ وسلم) تم مردوں میں سے کسی کے والد نہیں (زید کے بھی نہیں) لیکن وہ اللہ کے رسول اور سب نبیوں پر مہر ہیں (یعنی سب سے پچھلے رسول ہیں) اور اللہ تعالیٰ ہر شئے کو جاننے والا ہے) اس پر شاہد ہے۔ یہی وجہ ہے کہ قرآن مجید نے توحید الٰہی کا بیان اس جامعیت اور وضاحت کے ساتھ کیا ہے کہ نہ سابقہ کتب میں اس کی نظیر ملتی ہے اور نہ عقل انسانی اس پر کچھ اضافہ کر سکتی ہے۔ اس کے علاوہ اللہ تعالےٰ کا اس قدر اعلیٰ وارفع تصوّر پیش کیا ہے

کہ اس سے بالاتر تصوّر عقل انسانی کے امکان سے خارج ہے اور ایسا کرنا عین قرین صواب و صلاح تھا کیونکہ قرآن کا پیغام عالمگیر ہی نہیں بلکہ قیامت تک کے لیے ہے۔

مسلمان تو ایک طرف ہے اغیار تک معترف ہیں کہ جو اہتمام شرک کو مٹانے اور توحید کو قائم کرنے کے لیے قرآن مجید نے کیا ہے۔ تمام دنیا کی کتابیں اس کی مثال پیش کرنے سے عاجز ہیں۔ گبن لکھتا ہے:۔

”اس سے بڑھ کر توحید کے ساتھ شغف کی اور کیا مثال ہو سکتی ہے کہ اسلام نے اپنا کلمہ ہی یہ مقرر کر لیا ہے۔ ”لا الٰہ الاّ اللہ“ یعنی اللہ کے سوا اور کوئی معبود نہیں۔“

بلاشبہ توحید ذات باری اساس اسلام ہے۔ اس لیے قرآن پاک نے اللہ تعالےٰ کی ہستی کے علاوہ اس کی توحید پر بھی عقلی دلائل پیش کئے ہیں۔ جن میں سب سے زیادہ مؤثر دلیل یہ ہے: لَوْ کَانَ فِیْھِمَآ اٰلِھَۃٌ اِلَّا اللّٰہُ لَفَسَدَتَا۔ (یعنی اگر زمین و آسمان میں اللہ کے سوا دوسرے خدا بھی ہوتے تو ان (زمین و آسمان) میں فساد برپا ہو جاتا)

سورۂ اخلاص میں اسلامی توحید کی جامع اور مانع تصویر پیش کی گئی ہے:۔

قُلْ ھُوَ اللّٰہُ اَحَدٌ ۚ اَللّٰہُ الصَّمَدُ ۚ لَمْ یَلِدْ وَلَمْ یُوْلَدْ ۙ وَلَمْ یَکُنْ لَّہٗ کُفُوًا اَحَدٌ ۔ (اے رسولؐ) کہہ دیجئے کہ وہ اللہ ایک ہے، اللہ بے نیاز ہے، نہ اُس نے کسی کو جنا اور نہ وہ کسی سے جنا گیا۔ اور نہ کوئی ہستی اس کی ہمسری کا دعویٰ کر سکتی ہے۔“

یعنی اللہ ایک ہے کہ اس کے بعد دوسرا نہیں۔ یہاں لفظ ”واحد“ استعمال نہیں کیا گیا۔ کیونکہ یہ عدد پر دلالت کرتا ہے اور اس کے بعد دوسرا ہو سکتا ہے۔ گویا اس طرح شرک فی العدد کی نفی ہو گئی۔ پھر فرمایا کہ وہ ”صمد“ ہے۔ یعنی خواہشات، حاجات اور ضروریات سے منزہ اور پاک ہے اور اپنے مرتبہ، ذات میں منفرد اور یگانہ ہے۔ اس طرح شرک فی المرتبہ کی نفی ہو گئی۔ پھر فرمایا کہ وہ نہ کسی کا باپ ہے اور نہ کسی کا بیٹا یعنی کائنات کی کسی شے سے اس کا کوئی تناسلی تعلق نہیں ہے۔ اس طرح شرک فی النسب کی نفی ہو گئی۔ آخر میں فرمایا کہ اس کے افعال میں کوئی ہستی شریک و سہیم نہیں اور نہ کوئی اس کی برابری کا دعوےٰ کر سکتا ہے اس طرح شرک فی الافعال کی بھی نفی ہو گئی۔

غور کیجئے کہ اس مختصر سی سورت میں اللہ تعالےٰ نے کس قدر بلیغانہ انداز کے ساتھ اپنی توحید کا بیان فرمایا ہے۔ عقل کی رُو سے شرک چار قسم کا ہوتا ہے۔ چنانچہ چاروں قسم کی نفی فرما دی ہے۔ لفظ احد میں ایک نقطہ اور بھی مضمر ہے۔ منطق میں وحدت چار قسم کی مانی گئی ہے۔ عددی، جنسی، مقداری اور اعتباری۔ اللہ تعالےٰ نے اپنے لیے لفظ احد استعمال کیا ہے جس کا اطلاق ان میں سے کسی قسم کی وحدت کے لیے نہیں ہوتا یہ لفظ صرف ذات باری پر ہی بولا جاتا ہے۔ اور نہ اس لفظ کی تثنیہ مستعمل ہے نہ جمع۔ توحید پر زور دینے کے علاوہ قرآن مجید نے شرک کی برائیاں بھی کھول کر بیان کر دی ہیں اور دلائل نیرہ سے اس خلاف عقل نظریہ کی تردید کی ہے۔ اور صاف الفاظ میں اعلان کر دیا ہے:۔

اِنَّ اللّٰہَ لَا یَغْفِرُ اَنْ یُّشْرَکَ بِہٖ ـــ ”تحقیق اللہ تعالےٰ مشرک کو ہرگز نہیں بخشے گا۔“

جب شرک اس قدر مذموم ہے تو یقیناً توحید سراپا خوبیوں سے معمور ہو گی اور بے شک ہے بھی ایسا ہی۔ انسان کی ساری ترقی توحید کے عقیدہ پر منحصر ہے۔ چنانچہ انسان جب تک شرک میں مبتلا رہا۔ وہ نہ مادیت میں ترقی کر سکا نہ روحانیت میں۔ انسان اگر موحد ہے تو وہ ساری کائنات کو قدرتی طور پر اپنا خادم قرار دے سکتا ہے اور عناصر و مظاہر فطرت کو اپنے استعمال میں لا سکتا ہے۔ دراصل انسان خدا کا نائب ہے لیکن اگر وہ چاند، سورج، پہاڑ اور دریا وغیرہ کو اپنا معبود سمجھتا ہے تو مرتبہ نیابت پر کبھی نہیں پہنچ سکتا بلکہ وہ حیوانات سے بھی بدتر ہو جائے گا۔ جب ہم نے یہ یقین کر لیا کہ خدا کے سوا اور کوئی ہستی ہم سے بالاتر نہیں تو پھر کائنات کی کسی چیز سے ہم خوف بھی نہیں کھا سکتے۔ اس کا لازمی نتیجہ یہ ہو گا کہ ہمارے اندر حکومت کی صلاحیت پیدا ہو جائے گی اور ہم غلامی کی لعنت میں گرفتار نہ ہو سکیں گے۔

سلامِ عقیدت بحضور سیّدنا عثمانؓ ذو النّورینؓ

جامع القرآن ذو النورینؓ پر لاکھوں سلام ۔۔۔ صاحب الایمان ذو النورینؓ پر لاکھوں سلام

جانشینِ مصطفےٰؐ، دو نور والے ماہتاب ۔۔۔ حضرت عثمانؓ ذو النّورینؓ پر لاکھوں سلام

عقد میں دو بیٹیاں آئیں رسول اللہؐ کی ۔۔۔ ذو الکرم ذی شان ذو النورینؓ پر لاکھوں سلام

دستِ محبوبِ خدا تھا بیعتِ رضوان تیرا ۔۔۔ عظمت عثمانؓ ذو النورینؓ پر لاکھوں سلام

قلزمِ جود و سخا و پیکرِ شرم و حیا ۔۔۔ حلم کے سلطان ذو النورینؓ پر لاکھوں سلام

پی لیا جامِ شہادت پیشِ قرآن مبین ۔۔۔ عاشق قرآن ذو النورینؓ پر لاکھوں سلام

ہے اگر دعویٰ غلامی کا تجھے اختؔر تو بھیج

ہر گھڑی ہر آن ذو النّورینؓ پر لاکھوں سلام

محمد سعید اختر شجاع آبادی

اقوالِ زرّیں حضرت ابوبکر صدّیقؓ

۱۔ عدل ہر ایک سے بہتر ہے لیکن امیروں سے بہتر تر ہے۔
۲۔ گناہ سے توبہ کرنا واجب ہے مگر اس سے بچنا واجب تر ہے۔
۳۔ گناہ جوان کا بد ہے مگر بوڑھوں سے بدتر ہے۔
۴۔ شرم مردوں سے خوب ہے مگر عورتوں سے خوب تر ہے
۵۔ جسے رونے کی طاقت نہ ہو۔ وہ رونے والوں پر رحم کیا کرے۔
۶۔ علم پیغمبروں کی میراث ہے اور مال فرعون و قارون وغیرہ کی۔
۷۔ بروں کی صحبت نشینی سے تنہائی بدرجہا بہتر ہے۔ اور تنہائی سے اہلِ علم کی صحبت بہتر ہے۔
۸۔ عمل بغیر علم کے سقیم و بیمار ہے اور علم بغیر عمل کے بیکار ہے
۹۔ انسان ضعیف ہے، تعجب ہے کہ وہ خدائے قوی کی نافرمانی کرتا ہے۔
۱۰۔ امیروں کا غرور کرنا بد ہے مگر محتاجوں کا غرور بدتر ہے۔

امام ولی اللہؒ کی حکمت کا مرتبہ

یہ طالب علم انگریزی کے ذریعہ جب براہ راست یورپ کی نئی تحریک یعنی اس کے سوشلسٹ پروگرام کی تاریخ اور اس کی کامیابی کے حالات سے واقف ہو گا۔ تو اس وقت جا کر کہیں اس پر یہ حقیقت واضح ہو سکے گی کہ:۔

امام ولی اللہؒ کی حکمت جس پر ان کی کتابوں ”حجۃ اللہ البالغہ“ اور ”ازالۃ الخفا“ کا مدار اور اساس ہے۔ اور جس حکمت کے ذریعے وہ قرآن مجید، صحاح ستہ اور ائمہ اربعہ کے مذاہب اور محققین علماء کی سیاست کو حل کرتے ہیں۔ وہ ولی اللّٰہی حکمت آج بھی یورپ کی اس انقلابی تحریک سے مقدم اور بلند ہے۔ اور میں جو یہ کہتا ہوں کہ آج کے یورپ کو سمجھے بغیر حضرت امام ولی اللہ کی حکمت کا مرتبہ پہچاننا ناممکن ہے سو اس کا مطلب بھی یہی ہے۔

خطبات مولانا عبید اللہ سندھیؒ ص ۱۶۷

حضرت فاطمۃ الزہرا رضی اللہ عنہا

رفعت ورائے فکر ہے تیرے مقام کی !
بیٹی ہے تو رسول علیہ السلام کی !

دنیا تری نظر میں متاعِ قلیل و ہیچ
عظمت تھی تیرے دل میں خدا کے کلام کی

فاقوں میں پہروں شکرِ خدا کے حضور میں
یہ وسعتیں تھیں تیرے سجود و قیام کی

تو اپنی خواہرانِ مبارک کی خیر خواہ
تو غم گسار شوہرِ ذی احترام کی !

جس کو ابوتراب کہا آں حضورؐ نے
جو مقتدر کڑی تھا الٰہی نظام کی !

کلثومؓ و زینبؓ اور حسینؓ و حسنؓ سے پھول
زینت تھے تیرے حجرۂ جنت مقام کے

صدق و صفا، متانت و غیرت، وقار و حلم
تجھ میں ہر اک صفت تھی رسولِ انامؐ کی

آتا ہے پاک نام ترا جب زبان پر
سنتا ہوں آسماں سے صدائیں سلام کی

ملحوظ ادب ہے جس کو بناتِ رسول کا
مضطر اسے نوید بہشتِ دوام کی

مضطر گجراتی
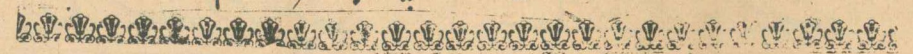
اخلاص

حضرت جنید بغدادی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ میں نے اخلاص ایک حجام سے سیکھا ہے جب میں مکہ معظمہ میں تھا ایک حجام ایک خواجہ کی حجامت بنا رہا تھا۔ میں نے کہا۔ کیا میرے بال بھی خدا کے لیے کاٹ دو گے ؟ اس نے کہا" ہاں "۔

اس کی آنکھوں میں آنسو بھر آئے تھے۔ ابھی تک اس خواجہ کی حجامت پوری نہ بنی تھی کہ حجام نے اس سے کہا" آپ اُٹھ جائیے، کیونکہ جب خدا کا نام درمیان میں آ گیا میں نے سب کچھ پالیا "۔

پھر مجھ کو بٹھایا، میرے سر کو بوسہ دیا اور میرے بال مونڈ دیے۔ اس کے بعد مجھے ایک کاغذ دیا جس میں ریزگاری تھی اور مجھ سے کہا" اس کو اپنی ضرورت پر خرچ کرنا"۔ میں نے جب اس کی یہ حالت دیکھی تو نیت کی کہ اول جو کشائش مجھے نصیب ہوگی تو میں اس شخص کے ساتھ مروت کر دوں گا۔ ابھی تھوڑے ہی دن گزرے تھے کہ لوگوں نے مجھے بصرہ سے اشرفیوں کی ایک تھیلی بھیجی۔ یہ تھیلی لے کر میں اس حجام کی خدمت میں حاضر ہوا۔ جب میں نے تھیلی اسے دی تو اس نے کہا" یہ کیا ہے ؟" میں نے کہا۔" میری نیت یہ تھی کہ جو مجھے اول کشائش ملے گی وہ میں تجھے دوں گا" یہ سن کر اس نے مجھ سے کہا :۔

" تجھے خدا سے شرم نہیں آتی ؟ تم نے مجھے کہا تھا کہ خدا کے لیے میری حجامت بنا دے اور اب یہ کیا لے کر آیا ہے ؟ بھلا تو نے کہیں یہ دیکھا ہے کہ کوئی شخص خدا کے لیے کام کرے اور عوضانہ طلب کرے "۔

تبصرہ کے لئے ہر کتاب کی دو جلدیں دفتر میں ضرور بھیجئے !! (مدیر)

مکتبہ مدنیہ لاہور کی مطبوعات

اس وقت ہمارے سامنے مکتبہ مدنیہ ۱۷ اردو بازار لاہور کی تین مطبوعات ہیں یعنی فضائل درود شریف، فضائل قرآن اور بہجۃ القلوب حصّہ دوم۔ پہلی دونوں کتابیں حضرت مولانا محمد زکریا صاحب محدث سہارنپوری قدس سرہٗ کی تصانیف ہیں مشہورِ عالم تبلیغی نصاب کا حصّہ ــــ متعدد زبانوں میں ان کے تراجم ہو چکے ہیں لاکھوں بندگانِ خدا ان سے استفادہ کر چکے ہیں اور اپنی اصلاح کر چکے ہیں۔ ان پر کسی تبصرہ کی ضرورت نہیں۔ محض یہ کہنا ہے کہ مکتبہ مدنیہ نے اپنے خصوصی ذوق کے مطابق انتہائی عمدگی کے ساتھ انہیں چھپوایا ــــ فجزاھم اللہ تعالےٰ ــــ بہجۃ القلوب حصہ دوم جناب صوفی محمد اقبال صاحب ہوشیارپوری کے قلم سے ہے۔ حضرت اقدس شیخ الحدیث رحمہ اللہ تعالےٰ سے متعلق حضور اقدس علیہ السلام کی طرف سے بذریعہ مکاشفہ ۸۹ بشارتیں اس میں درج ہیں جن سے عنداللہ شیخ کی قبولیت و مقبولیت کا پتہ چلتا ہے۔ ع یہ نصیب اللہ اکبر لُوٹنے کی جائے ہے ــــ مرتب موصوف نے ابتدا میں مکاشفات کی شرعی حیثیت پر سیر حاصل گفتگو کی ہے۔ یہ رسالہ اپنے مفہوم و معانی کے اعتبار سے بڑا خوب ہے۔ قیمت علی الترتیب ۵۰/۱۱، ۸/- اور ۵۰/۴

حیات النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ و اصحابہ وسلم

میاں محمد سعید صاحب ایک ایسے کاروبار سے متعلق ہیں جس کے ہوتے ہوئے کسی علمی کام کا تصور خاصا مشکل ہے۔ لیکن ان کا ذوق علمی ہے کہ انہیں چین سے بیٹھنے نہیں دیتا اور وہ برابر کچھ نہ کچھ کرتے رہتے ہیں۔ اس سے قبل حضرت ام المومنین سیدتنا عائشہ صدیقہ طاہرہ سلام اللہ تعالیٰ علیہا و رضوانہ کی سیرت و سوانح پر ایک خوبصورت، مدلل اور مفصل کتاب لکھ کر شائع کر چکے ہیں جو سید سلیمان ندوی مرحوم کے بعد بلاشبہ اس عنوان پر پہلی کتاب ہے اب انہوں نے حضور سرکار دو عالم علیہ السلام کی سیرت کا بیڑہ اٹھایا لیکن بالکل انوکھے انداز سے ــــ اصل کتاب "عظمت فارقلیط" کے نام سے خاصی ضخیم و مبسوط ہے جلدی انشاء اللہ تعالیٰ سامنے آئے گی یہ گویا اس کا ایک حصّہ ہے۔ "حیات النبی" کے عنوان سے بد کنے کی ضرورت نہیں کہ یہ کتاب مسئلہ حیات سے متعلق نہیں بلکہ "سیرتِ آقا" سے متعلق ہے۔ میاں صاحب کا "انساب عالم" کے مسئلہ میں خاص ذوق ہے اور اس ضمن میں انہوں نے خاصی محنت کی ہے۔ اس محنت کا اندازہ سلسلہ نسب کی تفصیلات سے ہوگا جس کا سلسلہ حضرت ابوالانبیاء ابوالبشر جناب آدم علیہ السلام سے چلتا ہے۔ اس کے بعد آپ کی پیدائش اور متعلقہ مسائل کا ذکر ہے، پھر آلِ رسولؐ اور اہل بیت رسولؐ جیسے اہم ترین عنوانات پر تفصیلی کلام اور سرکار دو عالمؐ کی ازواج مطہرات، اولاد، دامادوں وغیرہ پر اتنا جان دار کلام کیا ہے کہ سبحان اللہ ! یہود، مجوس گٹھ جوڑ کے

نتیجہ میں جو غلط فہمیاں ہیں ان کا خوب خوب ازالہ ہے — بعد ازاں مکی، مدنی دور وغیرہ کا ذکر کرکے اصل کام تقویم کا کیا ہے اور آئینہ رسالت کے عنوان سے حیات مبارکہ کی تفصیل اس طرح دی ہے۔کہ میلاد محمدی، ہجری، شمسی سنین کا تقابل ہے اور ہر سال کے سامنے کیفیت کے خانہ میں اہم ترین واقعات — گویا پوری سیرت کا نچوڑ اور خلاصہ۔ آخری حصّہ میں مدینۃ الرسول سے متعلق جملہ ضروری معلومات کا خلاصہ۔ حقیقت یہ ہے کہ سیرت کے لٹریچر میں ایسی خوبصورت اور پُرمغز کتاب ہماری نظر سے نہیں گذری — پھر لائق مصنف نے کتابت و طباعت اور کاغذ وغیرہ کے سلسلہ میں انتہائی بلند ہمتی اور خوش ذوقی کا مظاہرہ کیا — قیمت -/۲۱ روپے برائے نام ہے گویا نہ ہونے کے برابر۔ کراچی میں فارقلیط اکادمی ۸۷۵/۲ عزیز آباد کراچی ۳۸ سے اور لاہور میں ذوالنورین اکادمی ۱۲ - اے شاہ جمال لاہور سے دستیاب ہے۔

دفاع صحابہ رض

زبدۃ المحدثین حضرت مولانا خلیل احمد سہارنپوری رحمہ اللہ تعالےٰ جن دنوں "بریلی" میں مدرس تھے۔ وہاں کے شیعہ حضرات کے اودھم مچانے پر مسئلہ خلافت وامامت پر ایک کتاب مرتب فرمائی۔محرک وہ لوگ تھے جو حضرت مولانا اور ان کے اسلاف و اخلاف کی تکفیر کرتے — محرکین تکفیر بازوں کے پاس گئے ان سے کچھ نہ بن پڑا تو مولانا سے اللہ تعالےٰ نے یہ کام لیا کہ "مطرقۃ الکرامہ" کے نام سے ایسی کتاب لکھ ڈالی جو تحفہ اثنا عشریہ، ہدایت الشیعہ جیسی کتابوں کی طرح سنی لٹریچر میں نمایاں مقام کی حامل ثابت ہوئی — قریباً ایک صدی بعد تحریک خدام اہلسنت نے "مطرقۃ الکرامہ" کو بڑے اہتمام سے چھاپا۔ جس پر تبصرہ ان سطور میں ہو چکا ہے۔

"مطرقۃ الکرامہ" کے ابتدائیہ کے طور پہ امیر تحریک ترجمان اہلسنت مولانا قاضی مظہر حسین صاحب زید مجدہم نے ایک انتہائی موثر و مدلل تحریر لکھی جسے بے حد سراہا گیا۔اس تحریر و مقالہ کو افادہ عام کی غرض سے الگ سے شائع کیا گیا ہے جو وقت کی اہم ترین ضرورت تھی۔یہ خوبصورت اور پُرمغز مقالہ -/۴ روپے میں سنی دارالاشاعت جامع مسجد نواب دین کرم آباد وحدت روڈ لاہور سے دستیاب ہے۔اہل سنت کے نیک دل اور مخیر حضرات کو اس کی بکثرت اشاعت کرنی چاہئے۔

مقامع الحدید علی الکذاب العنید

رضا خانی فتنہ نے وحدت امّت کو جس طرح پارہ پارہ کیا ہے وہ ہمارے دور کا سنگین المیہ ہے۔اس فتنہ کے ابتدائی دور میں جن اکابر واعاظم نے علمی طور پہ اس کا تعاقب کیا ان میں مولانا محمد حنیف اعظمی مبارکپوری بھی ہیں جنہوں نے اس نام سے یہ مؤثر اور جاندار کتاب لکھی — اس کے باب اول میں تکفیر باز امت کے ان مطاعن کا جواب ہے جو مرتبہ حضرت گنگوہی، تقویۃ الایمان، صراطِ مستقیم، حفظ الایمان اور براہین قاطعہ سے متعلق کئے جاتے ہیں جب کہ دوسرے باب میں رضا خانیت کے عقاید و افکار کا ذکر ہے — گویا یاروں کو آئینہ دکھایا گیا ہے۔

یہ کتاب سو کے قریب صفحات پر مشتمل ہے لیکن برادرانِ اہلسنت کے لئے ایک قیمتی خزانہ اور نوجوانانِ اہلسنت کے ہاتھ میں مؤثر ہتھیار — انجمن ارشاد المسلمین ۶ بی شاداب کالونی ٹمپل روڈ لاہور نے اس عجالہ نافعہ کو انتہائی خوبصورتی سے شائع کیا ہے جس کی قیمت -/۱۲ روپے ہے۔ضرورت ہے کہ رضا خانیت کے بڑھتے ہوئے سیلاب کو روکنے کے لئے اس کتاب کو زیادہ سے زیادہ پھیلایا جائے اور بطور خاص

پڑھے لکھے لوگوں تک اس کو پہنچایا جائے۔

اس کے ساتھ ہی انجمن کی طرف سے دوسرا رسالہ "مدائح اعلیحضرت مشتمل بر قصیدہ نغمۃ الروح" ہمارے سامنے ہے جسے مولوی ایوب علی صاحب رضوی بریلوی نے مرتب کیا ہے ۱۳۴۰ھ کے بریلی کے شائع شدہ نسخہ کا یہ عکس پڑھ کر آپ حیران رہ جائیں گے کہ دوسروں پر توہین رسالت و اولیاء کا الزام لگانے والے خود کتنے باادب اور عقیدت کیش ہیں؟ ہمارے قلم میں یارا نہیں ورنہ ہم ان جواہر پاروں میں سے نمونہ کے طور پر ضرور کچھ اشعار نقل کرتے — بہر طور -/۶ روپے کا یہ رسالہ ہر سنی نوجوان کو اپنے پاس رکھنا چاہیئے۔ تاکہ بوقت ضرورت رضویوں کو آئینہ دکھایا جا سکے۔

دینی مدارس کی خدمات

ہمارے مخدوم و محترم مولانا قاضی محمد زاہد الحسینی صاحب کا یہ رسالہ درحقیقت موصوف کی ایک تقریر ہے جو سال گذشتہ سنیئر افسران کے سامنے کی گئی محترم محمد عثمان غنی صاحب نے اسے حرف بحرف نقل کیا بعض اہم ترین جرائد میں یہ چھپی اور اب حضرت قاضی صاحب کی نظر ثانی کے بعد اسے پمفلٹ کی شکل میں شائع کیا گیا ہے۔ دینی مدارس کی عظمت و خدمات اس کا موضوع ہے اور قاضی صاحب نے بڑے اختصار لیکن جامعیت کے ساتھ برعظیم میں مدارس کے کردار پر گفتگو کی ہے۔ ۳۲ صفحات کا یہ خوبصورت پمفلٹ -/۲ روپے میں انجمن اشاعت القرآن والحدیث مدنی روڈ اٹک شہر سے دستیاب ہے۔ ضرورت ہے کہ اس کو وسیع پیمانے پر پھیلایا جائے تاکہ نسلِ نو میں مدارس کے متعلق جو غلط فہمیاں ہیں وہ دور ہوں۔

اور پوری انسانی برادری کو ان اعلیٰ اخلاق کی تعلیم و تبلیغ فرمائی جیسی آپؐ نے ایک موقعہ پر بُعِثْتُ لِاُتَمِّمَ مَكَارِمَ الْاَخْلَاقِ (میں عمدہ اخلاق کی تکمیل کے لئے بھیجا گیا ہوں) کے الفاظ کہہ کر اپنی بعثت کے دیگر مقاصد میں سے ایک اہم مقصد قرار دیا۔ آپؐ کی زندگی انہی اخلاق اور اوصاف اور اخلاق کا مرقع تھی اور امت کا ہر فرد بھی آپؐ کے اتباع میں ان اوصاف کو اپنا کر اس دنیا کو ہی اپنے اور اپنے متعلقین کے لئے نمونۂ جنت بنا سکتا ہے۔ کاش ایسا ہوجائے کہ امت اپنے

شرکِ اور دعویٰ توحید

کرے غیر گر بت کی پوجا تو کافر
جو ٹھہرائے بیٹا خدا کا تو کافر
جھکے آگ پر بہرِ سجدہ تو کافر
کواکب میں مانے کرشمہ تو کافر
مگر مومنوں پر کشادہ ہیں راہیں
پرستش کریں شوق سے جسکی چاہیں

نبی کو جو چاہیں خدا کر دکھائیں
اماموں کا رتبہ نبی سے بڑھائیں
مزاروں پہ دِن رات نذریں چڑھائیں
شہیدوں سے جا جا کے مانگیں دُعائیں
نہ توحید میں کچھ خلل اس سے آئے!
نہ اسلام بگڑے نہ ایمان جائے

(مسدس حالی)

خاموش مبلغ ۔ محلہ سادات ۔ ملتان شہر